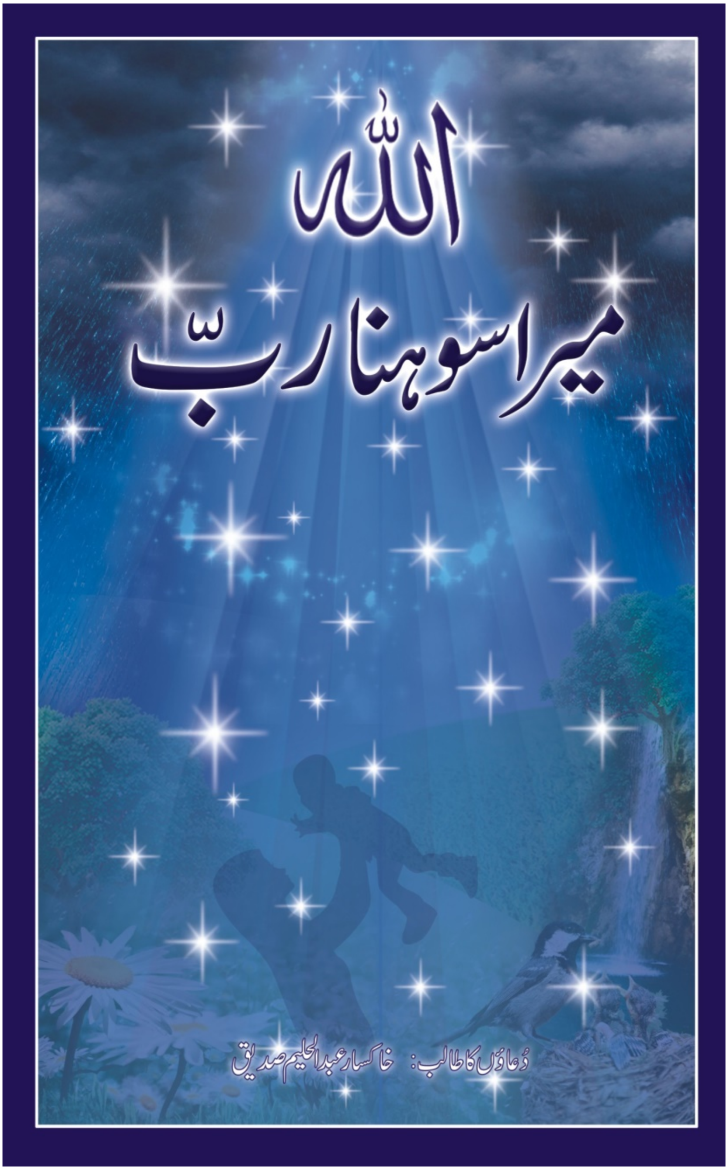
الله
میرا سوہنا ربّ
دُعاؤں کا طالب: خاکسار عبدالحلیم صدیق

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

انتساب

میں اس کتاب "اللہ میرا سوہنا ربّ" کو اپنے والدین کے نام منسوب کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اسے ان کے گناہوں کی معافی اور آخرت میں ان کے درجات کی بلندی کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔آمین! میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دست بستہ دعا گو ہوں کہ وہ ان کے سارے گناہوں کو معاف فرمائے اور مجھے ان کے لئے صدقہ جاریہ بنادے۔ آمین! اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میرے، میرے اہل و عیال، رشتہ داروں، دوستوں اور تمام مسلمانوں کے لیے باعث اجر وہدایت بنائے۔ آمین۔

شکر گزاری

میں مشکور ہوں اُن تمام توحید پرست سکالروں کا جو حتی الوسع کوشش کرتے ہیں لوگوں کی صحیح اسلام (قرآن وسنت) کی طرف رہنمائی کریں۔ میں اِن علماء سے روحانی فیضان حاصل کرتا ہوں اور اُن کے لیکچرز اِس کتاب کو لکھنے میں معاون تھے۔ خاص طور پر مرزا یاور بیگ، ڈاکٹر جیفری لینگ، پیر ذوالفقار احمد، ظہیر محمود، خالد یاسین، اور بہت سے دوسرے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے سارے گناہ معاف کرے اور اُن کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔آمین

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

دیباچہ

یہ میری کتاب " اللہ میرا سوہنا ربّ " کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن ہے۔ اس میں میری گفتگو کا موضوع ہمارا سوہنا ربّ "اللہ " ہے۔ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے اس کی رحیمی کو بیان کرنے اور اپنے اس موضوع کے ساتھ انصاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں تو ایک شفیق ماں کی محبت کا احاطہ نہیں کر سکتا، تو مالکِ حقیقی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کا احاطہ کیسے کر سکتا ہوں، جو اپنی مخلوق سے ماؤں سے ستر گنا زیادہ پیار کرتا ہے۔ اس کتاب کا بنیادی مقصد بندوں کو ان کے رحیم و شفیق ربّ کے قریب لانا ہے۔ اسی لیے کتاب کا پہلا موضوع "اللہ کون ہے "۔ میں اپنی محدود استطاعت و صلاحیت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان و شوکت کو چند الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں اس کی چند صفات کو اجاگر کرنے کی کوشش کروں گا تا کہ اس کی محبت ہمارے دلوں میں سرایت کر جائے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت بھری صفات کو واضح کرنا میری بحث کا بنیادی موضوع ہے۔ چونکہ اس موضوع کے ساتھ انصاف کرنا انسانی استطاعت سے باہر ہے، اس لیے میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ اگر میں نے جان بوجھ کر یا غیر ارادی طور پر ایسے الفاظ کا چناؤ کروں جو اس کی شان کے مطابق نہ ہوں تو وہ مجھے معاف کر دے۔ اور اللہ سے دست بستہ گزارش ہے کہ وہ میری اس چھوٹی سی کاوش کو قبول فرمائے اور مجھے، میرے والدین، میرے اہل خانہ، رشتہ داروں، دوستوں اور تمام مسلمانوں کو اس کا اجر عطا فرمائے۔ آمین۔ اے اللہ تیری رحمت ہر چیز پر محیط ہے اور ہمیں اس کتاب کے اجر سے محروم نہ کرنا۔ آمین!

سوال یہ ہے کہ اسے کیسے پہچانیں؟ قرآن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں ان کے ارد گرد اور ان کے اندر دکھائیں گے کہ وہ پکار اٹھیں گے کہ یہی حق ہے۔ اگرچہ قرآن سائنس کی نہیں نشانیوں کی کتاب ہے اس کے باوجود اس میں سائنسی حقائق سے متعلق کافی آیات ہیں۔ قرآن میں مذکور ان آیات میں سے میں چند ایک پر بحث کروں گا جنہیں بیسویں صدی کی ٹیکنالوجیز سے جدید سائنسدانوں نے درست ثابت کیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن ایک الہامی کتاب ہے۔ پھر میں اپنے ارد گرد کی نشانیوں اور ہمارے اندر موجود نشانیوں پر بحث کروں گا۔ جب ہم کائنات اور اپنے اندر موجود نشانیوں پر غور و فکر کریں گے تو ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہی ہے جس نے ہماری رہنمائی کے لیے اس قرآن کو بھیجا ہے۔

یہ ثابت ہونے کے بعد کہ اللہ اور قرآن حق ہیں، میں قرآن کی روشنی میں مقصدِ حیات پر بحث کروں گا۔ قرآن اور احادیث نبوی ہمیں بتاتی ہیں کہ اللہ کی عبادت اور اطاعت کے بعد زندگی کا مقصد اپنے آپ کو محبوبِ حقیقی اللہ کے رنگوں میں رنگ کر اس کا قرب حاصل کرنا ہے۔ میں دنیاوی آزمائشوں پر بھی بات کروں گا اور یہ کہ اللہ کی صفات ہمارے کردار کی تشکیل میں کس طرح اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ مندرجہ بالا حقائق کو بیان کرنے کے بعد میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے بندوں کے لیے اس کی رحمت اور محبت کو تفصیل سے بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہاں میں اپنے قاری سے درخواست کروں گا کہ وہ کتاب کا اگلا باب تنہائی میں پڑھے تاکہ رحیم ربّ کی محبت میں ہماری آنکھوں سے آنسو بہیں اور اس کی محبت ہمارے دلوں میں سرایت کر جائے۔ میں افسردگی پر بھی بات کروں گا کہ شیطان اسے کیسے ہمیں گمراہ کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ میں توبہ واستغفار کے فوائد اور اس کے مثبت اثرات پر بھی گفتگو کروں گا۔ اپنے اختتامی تبصرے کے بعد، میں ایک دعا کے ساتھ کتاب کو ختم کروں گا۔ میں اپنے دیباچے کا اختتام میاں محمد بخش کے اس شعر سے کرنا چاہوں گا جس میں وہ کہتے ہیں:

سوہنی صورت تے عاشق ہونا ایہہ کیڑی وڈیائی	سوہنی صورت پر عاشق ہونا کون سی بڑائی ہے
بن اُس سونے دا عاشق جس ایہہ شکل بنائی عاشق	بننا ہے تو اُس کا بن جس نے تیری شکل بنائی ہے

اے اللہ، اپنی محبت ہم میں راسخ کر دے تاکہ ہم تجھ سے دل و جاں سے محبت کریں اور اپنی جد و جہد سے تجھ کو راضی کریں۔ اے اللہ، ہمیں خطواتِ شیاطین سے بچالے۔ اے اللہ، تیرا فرمان ہے کہ تو شرک کے علاوہ سب گناہ معاف کر دے گا۔ اے اللہ، ہمیں شرک میں مبتلا ہونے سے بچالے۔ اے اللہ، تو جنت کو ہمارے لیے مقدر کر دے اور ہم سے راضی ہو جا اور ہمیں بھی راضی کر دے۔ آمین!

دعاؤں کا طالب

خاکسار: عبدالحلیم

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

فہرست

1) اللہ کون ہے؟	06
2) ہم اللہ کو اُس کی نشانیوں سے پہچان سکتے ہیں۔	09
i)قرآن میں نشانیاں	08
ii)ہمارے ارد گرد پرندوں کی نشانیاں	13
iii)ہمارے ارد گرد جانوروں کی نشانیاں	15
iv)انسانی جسم کے اندر نشانیاں	17
v)نشانیوں پر نتیجہ و تبصرہ	21
3) مقصد حیات	24
i) تخلیق کا مقصد	24
ii)آزمائش کا مقصد	34
iii)انسانیت پر اللہ کے رنگوں کے اثرات	35
iv)مقصد حیات کا نچوڑ	41
4) اللہ کی بے مثل محبت اپنے بندوں کے لیے	45
5) اللہ کی محبت پر اختتامی کلمات	67
6) استغفار کے فوائد	72
7) افسردگی	73
8) اختتامیہ	76
9) دعا	85
10) احادیث کے حوالہ جات	90

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

اللہ (رحیم ربّ) کون ہے؟

اللہ، عربی زبان کا واحد سچے ربّ کے لیے ایک منفرد لفظ ہے۔ وہ ایٹم سے لے کر کہکشاؤں تک، چیونٹیوں سے لے کر وہیل مچھلی تک، سمندروں سے درختوں تک، موسموں سے لے کر رات و دن تک ہر چیز کا خالق ہے۔ وہ اپنی مخلوق پر سب سے زیادہ مہربان ہے، وہ ساری طاقتوں کا سرچشمہ اور سب سے زیادہ معتبر ہے۔ ہم اسے اس دنیا میں نہیں دیکھ سکتے، لیکن اہل جنت اس کا چہرہ آخرت میں واضح طور پر دیکھیں گے (جو سب سے بڑا انعام ہو گا)۔ صرف وہی عبادت کے لائق ہے جس کا کوئی حریف، ہمسر یا شریک نہیں۔ اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان کوئی مشابہت یا موازنہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس کی خدائی طاقتوں اور صفات میں شریک ہے۔ وہ مادے، وقت اور جگہ سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اختیارات اور اعمال میں نہ کوئی اس کے برابر ہے اور نہ کوئی اس کا شریک ہے۔ اس نے بغیر کسی **شریک** کے اس کائنات اور اس میں موجود ہر چیز کو تخلیق کیا اور چلا رہا ہے۔ اللہ کے نہ کوئی آباؤاجداد ہیں، نہ اس کی کوئی بیوی ہے، نہ کوئی اولاد ہے، نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے۔ وہ موجود تھا جب کسی چیز کا وجود نہ تھا اور جب سب کچھ فنا ہو جائے گا تو اس کا وجود رہے گا، وہ لافانی ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو ان تمام لوگوں اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اپنی مخلوق کے لیے قانون سازی کا حق صرف اسی کا ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت کے اسباب پیدا کرتا ہے، جبکہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا، ہمیشہ قائم رہنے والا، ابدی اور واحد مطلق ہستی ہے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور کوئی ہستی ایسی نہیں، جو اُس کے اذن کے بغیر کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکے۔ اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہے، جس نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو توحید کے پیغام کے ساتھ بھیجا یعنی اللہ کے سوا کوئی عبادت اور اطاعت کے لائق نہیں۔

اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہے، جس نے زمین اور ساتوں آسمانوں کو سائنسی قوانین کے ساتھ ایک مقررہ وقت کے لیے بنایا ہے۔ وہی مستقبل، حال اور ماضی کو کنٹرول کرتا ہے۔ وہ واحد ہستی ہے جس کے پاس ہستیوں کو تخلیق کرنے کے الہوی اختیارات ہیں۔ وہ رحیم و کریم ہے، جس کے پاس دنیا میں مومنوں اور کافروں کے لیے اور آخرت میں مومنوں کے لیے بہت زیادہ رحمت ہے۔ وہ مطلق حاکمیت کے ساتھ مطلق العنان ہے اور وہ تمام خامیوں سے پاک ہے۔ وہ امن و سکون کا سرچشمہ ہے۔ وہ اپنی مخلوق کا نگہبان اور محافظ ہے۔ وہ قادر مطلق سب سے زیادہ معتبر، شان و شوکت والا ہے، جس نے ہر چیز کو وجود بخشا (نیستی سے ہستی عطا کی)۔ اُنہیں

مختلف صورتوں میں تشکیل کیا۔ وہ تمام گناہوں کو معاف کرنے والا ہے، اور وہی اپنی مخلوق کو روزی عطا کرتا ہے، اور اپنے بندوں پر دنیاوی اور دینی معاملات کھول کر بیان کرتا ہے۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور وہ سب کچھ جاننے والا العلیم ہے۔ وہی اپنی حکمت سے رزق کو تنگ کرتا ہے اور اپنی سخاوت اور رحمت سے اسے کشادہ کرتا ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے پست کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بلند کرتا ہے، جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ وہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے۔

وہ عادل حکمران ہے اور اُس کا فیصلہ اُس کا کلام ہے۔ وہ اپنے بندوں پر سب سے زیادہ مہربان ہے۔ وہ سب کچھ دینے والا اور باخبر ہے۔ وہ بڑا بخشنے والا ہے اور اپنے بندوں کے اچھے کاموں کی قدر کرتا ہے۔ وہ سب سے بلند اور عظیم ہے اور وہ اپنی مخلوق کا محافظ ہے اور اس کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ اپنی قوت و طاقت کی عظمت کے ساتھ سب سے اعلیٰ ہے۔ وہ سب سے سخی اور ہر چیز پر نگران ہے۔ وہ اپنے پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہے۔ وہ ہر ایک کو گلے لگانے والا سراپا حکمت، سراپا محبت ہے۔ سخاوت وفیاضی اور محبت و شفقت کی بنا پر سب سے زیادہ عظیم ہے۔ اللہ یوم جزاء جن وانس کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ وہ ایسا حاضر و ناظر ہے جس کی نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ وہ واحد ہستی ہے جو حقیقی وجود رکھتی ہے۔ وہ واحد ذات ہے جو بھروسہ وانحصار کے قابل ہے۔ سب سے زیادہ طاقتور اور اپنے ارادوں کا پکا ہے۔ وہ ایسا مددگار ہے جو تمام عبادات اور تعریف و توصیف کے لائق ہے، اور باقی 99 صِفات۔

اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بحر و بر میں جو کچھ ہے سب سے وہ واقف ہے۔ درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں جس کا اُسے علم نہ ہو۔ زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس سے وہ باخبر نہ ہو۔ خشک و تر سب کچھ ایک کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے (59:6)۔ اللہ کے نبیؐ ایک حدیث میں کہتے ہیں کہ اللہ کو اِس کا بھی علم ہے کہ وہ پتہ کس کروٹ گرے گا۔ کوئی بیج زمین کی تہہ اور گہرائیوں میں ایسا نہیں اِلّا یہ کہ اللہ کے پاس اُس کا ریکارڈ اُس دفتر میں (جو اللہ کے پاس ہے) لکھا نہ ہو۔ اِس کی کائنات میں اُس کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ اِس کائنات کا مالک ہے۔

اللہ تعالٰی ہمیشہ زندہ رہنے والا آقا ہے۔ جو اپنی کائنات کے معاملات چلاتا ہے۔ نہ اُسے نیند آتی ہے نہ اُونگھ۔ زمین وآسمان کی ہر چیز کا مالک ہے۔ کوئی اُس کے حضور استدعا کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا بغیر اُس کی اجازت سے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے آگے ہے اور جو کچھ لوگوں کے پیچھے ہے۔ کوئی اُس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتا اِلّا جو وہ وحی کر دے۔ اُس کی کرسیٔ اقتدار آسمانوں اور زمین پر پھیلی ہوئی ہے (2:255)۔ سب سے بلند

اور سب سے اعلیٰ، وہ واحد اکیلا ہے۔ سب سے بے نیاز، سب کا اُس پر انحصار ہے۔ نہ تو اُس کا کوئی بیٹا ہے نہ وہ کسی کا بیٹا ہے۔ نہ اُس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔ کسی بھی چیز میں (معاملہ میں) اُس کا کوئی ہمسر نہیں (112:1-4)۔ کوئی چیز اُس سے موازنہ نہیں کر سکتی۔ ہماری تعریفیں، اصطلاحات اور دلائل اس کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ وہ لامحدود ہے، ہم محدود۔ وہ زماں و مکاں سے ماورا ہے جبکہ ہم زماں و مکاں کے قیدی ہیں۔ وہ لافانی ہے، ہم فانی۔ ہمارا اور اُس کا کوئی موازنہ نہیں۔ اللہ ہم سے محبت کرنے والا ہمارا خالق ہے۔ وہ ہماری تعریف و بندگی اور سپاس و تشکر کا استحقاق رکھتا ہے۔ ہم اُس کے ماتحت ہیں۔ کیا جس نے ہمیں زندگی دی، ہماری تعریف اور تشکر کا مستحق نہیں؟ کیا وہ ہماری عبادت اور تسلیم و رضا کا مستحق نہیں؟ زندگی کا مقصد خالقِ حقیقی کو پہچاننا، اور اُس کی تصدیق کرنا ہے۔ اُس کے قوانین کی پابندی کرنا، اپنے خالق کی تعریف اور بندگی کرنا ہے۔ یہ تخلیقِ زندگی کا پہلا اور بنیادی مقصد ہے۔ اے اللہ، ہم اپنے خالق کی حیثیت سے آپ کو پہچانتے ہیں۔ اے اللہ، ہم اپنے رزاق کی حیثیت سے آپ کو پہچانتے ہیں۔ اے اللہ، ہم اپنے محبوبِ حقیقی کی حیثیت سے آپ کو پہچانتے ہیں، جو ہم پر اپنی رحمتوں کی بارش کرتا ہے۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

ہم اللہ کو اُس کی نشانیوں سے پہچان سکتے ہیں

سائنس دانوں میں اِس بات پر اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے کہ کائنات کا ایک خاکہ (ڈیزائن) ہے۔ جہاں خاکہ ہو گا وہاں اُسے تخلیق کرنے والا ضرور ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری پیغام قرآن میں فرماتا ہے: نہایت بزرگ و برتر ہے وہ جس کے ہاتھ میں کائنات کی سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ جس نے زندگی اور موت کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے، تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ وہ زبردست اور درگزر فرمانے والا ہے۔ جس نے تہ در تہ سات آسمان بنائے، تم رحمان کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے۔ پھر پلٹ کر دیکھو تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی (67:1-4)۔ یہ اللہ تعالیٰ کا چیلنج ہے کہ اگر کائنات کی تخلیق میں کوئی خامی ہے تو نکال کر دکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں مزید فرماتا ہے: جلد ہم انہیں اُن کے ارگرد دنیا میں اور خود ان کے اندر اپنی نشانیاں دکھائیں گے، یہاں تک کہ یہ بات ان پر واضح ہو جائے گی کہ یہ سچ ہے۔ کن لوگوں کو دکھائیں گے؟ ان کو جو اٹھتے بیٹھتے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے

ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہوئے اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہوئے (بے اختیار بول اٹھتے ہیں) یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا اور تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے (3:191)۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وقت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ میری رائے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ وقت کے ساتھ سائنس قرآن میں پیش کی گئی نشانیوں کی تصدیق کرے گی، اور بغیر کسی معقول شک کے خالقِ کائنات کے وجود کو ثابت کرے گی، اور وہ خالق اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے۔

قرآن میں نشانیاں

سائنس آج ہمیں بتارہی ہے کہ کائنات کی تخلیق ایک بہت بڑے دھماکے یعنی Big Bang سے ہوئی ہے، اور یہ کہ کائنات پھیل رہی ہے۔ جبکہ قرآن نے ہمیں پہلے بتادیا تھا: کیا وہ لوگ جنھوں نے انکار کر دیا ہے غور نہیں کرتے کہ یہ سب آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے انہیں پھاڑ کر جدا کیا (21:30)۔ اور آسمان کو ہم نے اپنے زور سے بنایا اور یہ ہم ہیں جو اس کو پھیلا رہے ہیں (51:47)۔ چونکہ یہ دھماکہ کرنا انسانی استعداد سے باہر ہے، لہٰذا ہمیں اپنے آپ سے چند سوال پوچھنے چاہییں، کہ وہ ہستی کون ہے جس نے کائنات کو دھماکے سے تخلیق کیا؟ کون اُس کے نظام کو چلا رہا ہے اور اُس کی دیکھ بھال کر رہا ہے؟ چند سال قبل بیسویں صدی کے آخر میں انسان کو اتفاقیہ بگ بینگ سے کائنات کی تخلیق کا پتہ چلا۔ سائنس نے تب دریافت کیا کہ کائنات کی ابتداء ہے اور یہ عدم سے وجود میں ایک دھماکہ کے ساتھ آئی ہے، جس وقت مادہ، توانائی اور وقت کا کوئی وجود نہ تھا۔ بگ بینگ تھیوری نے پرانی بے بنیاد سٹیڈی سٹیٹ تھیوری کی جگہ لی، جو کہتی تھی کہ کائنات ہمیشہ سے تھی اور وہ ہمیشہ اِسی طرح رہے گی۔ آج سائنس اِس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ کائنات کی ایک ابتداء ہے اور یہ مستقل پھیل رہی ہے، اور ایک دن خود بخود تباہ ہو جائے گی، اور اس کا وجود ختم ہو جائے گا۔ جبکہ اِس حقیقت کا انکشاف 1400 سال قبل قرآن نے بیان کیا تھا۔ کیا یہ ایک تکہ تھا؟ یقیناً نہیں۔ Ref#21

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: بلاشبہ ہم نے قریب ترین آسمانوں کو شاندار چراغوں سے مزین کیا۔ اِسے شیطانوں کو بھگانے کا ذریعہ بنایا۔ اِن شیطانوں کے لیے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کی ہے (67:5)۔ یہ آیت کریمہ ہمیں بتاتی ہے کہ تمام ستارے اور کہکشائیں پہلے آسمان میں ہیں۔ ہمارا نظام شمسی اپنی کہکشاں میں ایک نقطے کے برابر ہے۔ ایک کہکشاں میں کھربوں سیارے اور ستارے ہوتے ہیں۔ اور پہلے آسمان میں کھربوں کہکشائیں ہیں۔ ان کہکشاؤں میں وی وائی کینس میجوریس کی طرح کے سیارے ہیں۔ جو ہمارے سورج سے

ایک ارب گنا بڑے ہیں۔اور سورج زمین سے دس لاکھ گنا بڑا ہے۔ حدیث نبویؐ کے مطابق پہلا آسمان دوسرے آسمان کے مقابلہ میں صحرا میں پڑی ایک انگوٹھی کی طرح ہے۔ یہی معاملہ دوسرے آسمان کا تیسرے آسمان کے مقابلے میں ہے، اور یہ معاملہ تیسرے کا چوتھے سے ہے، اور چوتھے آسمان کا پانچویں،اور پانچویں آسمان کا چھٹے کے ساتھ ،اور چھٹے کا ساتویں کے ساتھ ،اور ساتویں آسمان کا سدرۃالمنتہیٰ کے ساتھ اور پھر سدرۃالمنتہیٰ کا عرش کے ساتھ ہے۔اُس کے بعد کیا ہے؟اُس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔

کون اس اربوں نوری سال لمبے کتر کی اس بڑی ناقابل فہم کائنات کو عدم سے بگ بینگ کے ساتھ وجود میں لایا؟ کیا ایک حادثہ سے وجود میں آئی؟ کیا کائنات کا وجود بغیر کسی منصوبے، بغیر کسی ڈیزاین اور بغیر کسی کنٹرول کے وجود میں آیا؟ کیا ستارے اور سیارے اپنے مدار ڈھونڈنے کے لیے اپنا دماغ استعمال کرتے ہیں تاکہ آپس میں ٹکرانہ جائیں؟ نہیں،اُن کو الرحمان نے پیدا کیا ہے۔قرآن نے ہمیں 1400 سال پہلے بتایا کہ کائنات عدم سے ایک دھماکہ سے وجود میں لائی گئی اور یہ کہ کائنات پھیل رہی ہے۔ کیا دھماکہ تھا جس نے ایسی لامحدود کائنات پیدا کی (کیونکہ دھماکے تباہی پھیلاتے ہیں، تخلیق نہیں کیا کرتے)۔ کیا یہ ایک تکہ تھا؟ نہیں، خالق کائنات نے اِسے اپنی حکمت سے پیدا کیا۔ صرف احمق لوگ ہی یہ سوچ سکتے ہیں کہ یہ ایک حادثہ کے ذریعے وجود میں آئی۔ حادثے چیزوں کو تخلیق کرنے کے بجائے چیزوں کو توڑتے ہیں۔ مثلاً اگر میری گاڑی خراب ہو جائے اور میں اُس کا حادثہ کر دوں، تو کیا میری گاڑی ٹھیک ہو گی یا بالکل ہی تباہ ہو جائے گی۔ جب عالم مرزا یاور بیگ سے سوال کیا گیا کہ ڈارون کہتا ہے کہ ہم بندروں سے ارتقا پا کر انسان بنے ہیں، اور آپ کہتے ہیں کہ ہم اولادِ آدمؑ سے ہیں۔اُن کا جواب شاندار تھا۔اُنہوں نے کہا کہ دونوں ہی سچے ہیں کیونکہ ہر ایک اپنے خاندان کو پہچانتا ہے۔دوسرا یہ کہ بگ بینگ کا آغاز کسی (یعنی اللہ) نے کیا ہو گا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سورہ نبا میں سوال کرتے ہیں: کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم نے زمین کو فرش بنایا اور اِس میں پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا(78:6-7)۔ حال ہی میں دریافت ہوا ہے کہ پہاڑوں کا ایک تہائی سے کم حصہ زمین کے اوپر ہے اور باقی زمین کے نیچے ہوتا ہے۔ یہ پہاڑ کھونٹے کا کام کرتے ہیں۔ یہ چیز قشرِارض کی دو تہوں (Plates) کو مستحکم بناتی ہے۔اسی طرح ایک دوسری آیت کریمہ میں زمین کے خول کی تہوں کے ساتھ پہاڑوں کی حرکت کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن نے یہ حقائق 1400 برس قبل بیان کیے۔ کیا یہ بھی تکہ ہے۔ ہم اپنی عقل وشعور کا استعمال کیوں نہیں کرتے؟

اللہ تعالٰی قرآن میں فرماتا ہے: یہ اللہ تعالٰی کی ذات ہے جس نے دن اور رات، سورج اور چاند کو پیدا کیا اور وہ اپنے اپنے مداروں میں ایک ساتھ تیر تے ہیں(21:33)۔ قرآن کی ایک اور آیت بیان کرتی ہے: یہ تو نہ سورج کے لیے ممکن ہے کہ چاند کو پکڑے، اور نہ رات دن کو پیچھے چھوڑ سکتی ہے۔ ہر کوئی اپنے اپنے مدار میں تیر رہا ہے(36:40)۔ ایک اور آیت کریمہ بیان کرتی ہے: قسم ہے راستوں اور مداروں والے آسمان کی (51:7)۔ یہ حقائق جو قرآنِ حکیم نے بتائے ہیں، اِن کی تصدیق ہمارے زمانے کے فلکیاتی مشاہدات کے ذریعے سے ہوئی ہے۔ ماہرین کے مطابق تمام سیارے اور ستارے اپنے اپنے مداروں میں گھوم رہے ہیں، اور وہ ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتے۔ یہی بات قرآن نے ہمیں چودہ سو سال پہلے بتائی تھی، جو ثابت کرتی ہے کہ یہ کلام اللہ کی طرف سے ہم پر نازل ہوا ہے۔ یہ وہ نشانیاں ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالٰی نے فرمایا تھا کہ "عنقریب وہ دیکھیں گے" اور یہ نشانیاں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ واضح ہوتی جارہی ہیں۔

اللہ تعالٰی قرآن میں فرماتا ہے: ہم نے آسمان کو ایک پائیدار اور محفوظ چھت بنایا(21:23)۔ یہ اللہ کی ذات ہے جس نے آپ کے لیے زمین پر ہر چیز بنائی اور پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور اُسے باقاعدہ سات آسمانوں کی صورت میں ترتیب دیا۔ وہ ہر چیز سے باخبر ہے(2:29)۔ دو دنوں میں اس نے سات آسمان بنادیے اور ہر آسمان میں اس کا قانون وحی کر دیا(41:12)۔ آج سائنس نے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر کرہ ارضی کی سات ہوائی تہوں کا وجود نہ ہوتا تو زمین پر زندگی ناممکن ہوتی۔ ہم اب بھی بیرونی خلا میں آدمی بھیجنے کی حالت میں نہیں ہیں۔ ہمارے پاس وہ ملبوسات نہیں جو ہمیں انتہائی نقصان دہ شعاعوں سے بچا سکیں۔ قرآن کہتا ہے: اے گروہِ جنّ وانس! اگر تم زمین اور آسمانوں کی سرحدوں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ دیکھو۔ نہیں بھاگ سکتے۔ اس کے لیے بڑا زور چاہیے (راکٹ وغیرہ)۔ اپنے ربّ کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (بھاگنے کی کوشش کرو گے تو) تم پر آگ کا شعلہ اور دُھواں چھوڑ دیا جائے گا جس کا تم مقابلہ نہ کر سکو گے (انتہا کی گرمی، تابکاری، تیز رفتار ذرات)۔ پس اے جِنّ وانس! تم اپنے ربّ کی کن کن قدرتوں کا انکار کرو گے(55:33-36)؟ چاند کی سیر ایک شعبدہ بازی تھی۔ چاند پر اترنے کے وقت امریکی خلائی ٹیکنالوجی شیر خواری کے دور میں تھی۔ اِن کا راکٹ آدھے راستے میں تباہ ہو جاتا تھا۔ اُس کے بعد چاند پر انسان مہم جوئی کی دوسری کوشش نہ کی گئی، اگرچہ اُن کے پاس اب زمین کی چوتھی فضا میں خلائی اسٹیشن بھی ہیں۔ کیوں؟ ہم ابھی تک انسان کو زمین کے بیرونی خلا میں بھیجنے کے قابل نہیں ہوئے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ اب بھی انسانوں کو انتہائی نقصان دہ شعاعوں سے نہیں بچا سکتے۔ کیا یہ چھت ایک حادثہ ہے۔ آپ غور و فکر کیوں نہیں کرتے۔

اللہ قرآن میں فرماتا ہے: ہم نے زمین پر لوہا اُتارا جس میں بہت زیادہ طاقت ہے اور انسانیت کے لیے بہت سے استعمالات ہیں (57:25)۔ یہ آیت قرآن پاک کے بہت اہم معجزہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کیونکہ جدید سائنس ہمیں بتاتی ہیں کہ لوہا اور دوسری بھاری دھاتیں صرف نوو انامی عظیم الجثہ ستاروں کے مرکز میں بنتی ہیں۔ جب لوہا اور دوسری بھاری دھاتیں ایک خاص سطح سے بڑھ جاتی ہے تو پھر سپر نووا پھٹ جاتا ہے۔ ہماری زمین خود اپنا لوہا پیدا نہیں کر سکتی۔ یہ شہاب ثاقبوں کے ساتھ نیچے آیا ہے۔ جو زمین پر گرے تھے۔ یہ بات ہمیں چند سال پہلے معلوم ہوئی۔ اور قرآن نے ہمیں 1400 سال پہلے بتا دیا تھا۔ کیا یہ تکہ تھا۔ ذرا عقل و شعور سے کام لو۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: اللہ ایک مقرر مقدار میں آسمان سے پانی اتارتا ہے، جو مردہ زمین کو دوبارہ زندہ کرتا ہے۔ اِسی طرح تم دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے (43:11)۔ بارش کی یہ پیائش جدید سائنس نے دریافت کی ہے۔ یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک سیکنڈ میں ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ٹن سے زیادہ پانی سمندروں اور زمین سے بخارات میں تبدیل ہو کر اُڑ جاتا ہے، یعنی 5130 کھرب ٹن سالانہ۔ یہ بارش کی وہ مقدار ہے جو سالانہ زمین پر برستی ہے۔ یہ نپا تلا بارش کا چکر ہے جس کا ذکر مندرجہ بالا آیت میں کیا گیا ہے اور بارش کی واپسی کے چکر کا تذکرہ سورۃ طارق میں کیا گیا ہے: واپس آتے ہوئے آسمانوں کی قسم! جو بارش برساتے ہیں (86:11)۔ بارش کی مقدار کا حساب حال ہی میں سائنس دانوں نے لگایا ہے۔ نشانیوں پر غور و فکر کرو، اور اپنے دل کو حق کے لیے کھول دو۔ کیا یہ تمام علامات تکے ہیں؟ نہیں! یہ عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ نے دو سمندروں کو کھلا چھوڑا، اکٹھے ہوتے ہوئے بھی ان کے درمیان دیوار نہیں ٹوٹی (55:19-20)۔ سمندر کی یہ خاصیت حال ہی میں سمندر کے مطالعہ کے علم نے دریافت کی ہے۔ اس کے مطابق دو مختلف کثافتوں کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا سطحی کھچاؤ اُنہیں آپس میں ملنے نہیں دیتا۔ کیا یہ نشانیاں محض حادثہ ہیں؟ ذرا عقل و شعور سے کام لو!

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ نے نطفے کے قطرہ سے جوڑے (نر اور مادہ) پیدا کیے جب اُسے ٹپکا یا جاتا ہے (53:46-45)۔ ترقی کرتا ہوا جنیاتی علم مالیکیول حیاتیات نے قرآن پاک کے اس دعویٰ کی تصدیق کی ہے کہ بچے کی جنس کا تعین نر کے جرثومہ سے ہوتا ہے۔ اس عمل میں عورت کا کوئی کردار نہیں۔ نر میں X اور Y کروموسوم ہوتے ہیں جبکہ مادہ میں صرف X کروموسوم ہوتا ہے۔ جب Y کروموسوم مادہ کے انڈے سے ملتا

ہے تو نر بچہ پیدا ہوتا ہے اور جب X کروموسوم ملتا ہے تو مادہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ کیا یہ حادثہ تھا یا خالقِ کائنات نے ہمیں بتایا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: ہم نے ہر جان دار کو پانی سے بنایا پھر کیوں ایمان نہیں لاتے (21:30)۔ سائنس نے حال ہی میں دریافت کیا کہ تمام جان دار چیزیں پانی سے پیدا کی گئی ہیں کیونکہ یہ ان کے جسم کا سب سے اہم جزو ہے۔ کسی بھی جان دار چیز میں پانی کا کل وزن 65% سے زیادہ ہوتا ہے۔ کیا ہم یہ تصور کر سکتے ہیں کہ ہم 65% پانی ہیں؟ کیا یہ اتفاق ہے؟ اپنی عقل کا استعمال کریں اور اس پر غور کریں۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: فرعون جب ڈوب رہا تھا تو اس نے منت سماجت کی کہ میں اب ایمان لایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اب" اور کہا کہ وہ اُس کے جسم کو محفوظ کرے گا آئندہ آنے والی نسلوں کے صاحب عقل و دانش لوگوں کے لیے، عبرت کے طور پر (10:92)۔ فرعون کی لاش کو 1898ء میں بحیرہ احمر سے جبلیان کے مقام سے نکالا گیا۔ لاش تقریباً 3000 سال پرانی ہے۔ یہ بغیر اعضاء نکالے اور ممی بنائے جانے کے عمل کے بغیر، حنوط زدہ لاشوں سے زیادہ محفوظ ہے۔ فرعون کی تمام فوج غرق ہو گئی، صرف فرعون کا جسد بچا۔ کیونکہ اللہ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اُس کے جسد کو محفوظ رکھے گا۔ قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کی وجہ سے جن دو ماہرین آثار قدیمہ نے لاش دریافت کی تھی، اُن میں سے ایک نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: اگر آسمان و زمین میں ایک اللہ کے سوا دوسرے خدا بھی ہوتے تو (زمین اور آسمان) دونوں کا نظام بگڑ جاتا۔ پس پاک ہے اللہ رب العرش اُن باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں۔ وہ اپنے کاموں کے لیے (کسی کے آگے) جواب دہ نہیں، اور سب (اُسے) جواب دہ ہیں (21:22-23)۔ اللہ نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا اور کوئی دوسرا خدا اُس کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی خلق کو لے کر الگ ہو جاتا اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے۔ پاک ہے اللہ ان باتوں سے جو یہ لوگ بناتے ہیں (23:91)۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو سسٹم برباد ہو جاتا۔ ہر خدا، ہر اُس چیز کو برباد کر دیتا جو دوسرا پیدا کرتا، اور ایک دوسرے پر بالادستی حاصل کرنے کی بھی کوشش کرتا۔ مخلوقات کو بہت پریشانی ہوتی۔ کائنات کو برباد کرنے کے لیے ایک سیارہ کی مدار میں معمولی سی تبدیلی کافی ہے جس سے ستاروں اور سیاروں کے درمیان تصادم کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا، جو تمام کائنات کو ختم کر دیتا، اور کائنات بگ بینگ سے پہلے والی حالت میں چلی جاتی۔ ہم مانتے ہیں کہ ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں ہو سکتے، اور نہ ایک ملک کے دو سربراہ ہو سکتے ہیں۔ جہاں ایسا ہوتا ہے وہاں وہ ایک دوسرے سے لڑ کر سسٹم کو تباہ کر

دیتے ہیں۔اللہ سبحانہ و تعالیٰ بغیر کسی نائب کے اکیلا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جو کائنات 15 ارب سال پہلے شروع ہوئی، ابھی تک اپنے منظم سسٹم کے اندر قائم ودائم ہے۔

چونکہ میرا اصل موضوعِ گفتگو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رحیمی و کریمی کو بیان کرنا ہے۔اِسی لیے میں نے قرآن کریم کے چند معجزات پر گفتگو کی ہے۔اب تک قرآن کے 26 سے زیادہ باتوں کی سائنس تصدیق کر چکی ہے، جسے ہم قرآنی معجزے کہہ سکتے ہیں۔میں اب اپنے ارد گرد کی چند نشانیوں پر دو عنوانات کے تحت گفتگو کروں گا۔

ہمارے ارد گرد کی نشانیاں (پرندے)

میں آپ کو کچھ خارجی نشانیاں مثالوں کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کروں گا۔جو عالم مرزا یاور بیگ نے اپنے خطبہ (اللہ سے تعلق) میں دی ہیں۔پرندوں کی یہ مثالیں سورۃ ملک کی آیت نمبر 19 اور سورۃ نحل کی آیت نمبر 79 کی تفسیر ہیں۔ کیا یہ لوگ اُوپر اڑنے والے پرندوں کو پر پھیلائے اور سکیڑتے نہیں دیکھتے ؟ رحمان کے سوا کوئی نہیں جو اُنہیں تھامے ہوئے ہے۔ وہی ہر چیز کا نگہبان ہے(67:19)۔ کیااِن لوگوں نے کبھی پرندوں کو نہیں دیکھا کہ فضائے آسمانی میں کس طرح مسخر ہیں ؟ اللہ کے سوا کس نے ان کو تھام رکھا ہے ؟ اِس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں(16:79)۔

میں بات کی ابتداء کرتے ہوئے پہلے ایک چھوٹے سے پرندے **بار ٹیلڈ گاڈوٹ** سے گفتگو شروع کروں گا۔ یہ

پرندہ طویل ہجرت کے لیے (بغیر رکے الاسکا سے نیوزی لینڈ تک) اُڑان بھرتا ہے۔ 9 دن اور 9 راتیں بغیر خوراک، پانی، آرام اور نیند کے، وہ 11500 کلومیٹر کا فاصلہ طے کرتا ہے۔ایک چھوٹا سا پرندہ جس کا وزن 400 گرام ہے۔اپنے میں اتنی توانائی کی تدبیر کیسے کرتا ہے تاکہ اتنے لمبے سفر (الاسکا سے نیوزی لینڈ اور واپسی) کی سعی کر سکے۔کیوں اور کیسے ؟ کیا اللہ تعالیٰ اُسے وہاں خوراک مہیا نہیں کر سکتا تھا، جہاں اُس کا مسکن ہے، کہ اُسے نیوزی لینڈ تک طویل اڑان پر بھیجنا پڑے۔ یہ ایک نشانی ہے جو ثابت کرتی ہے کہ پرندے نے خود بخود ارتقا نہیں کیا۔ کیونکہ اُسے کسی بھی طرح معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ اُس کی خوراک 11500 کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سفر اس کی تخلیق اور جنیاتی تشکیل میں شامل کیا ہے، ہمیں یہ دکھانے کے لیے کہ وہ کام جو ناممکن ہو، اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ چاہیں تو ممکن ہو جاتا ہے۔ یہ صاحب بصیرت لوگوں کے لیے نشانی ہے۔

ایک دوسری مثال **بار ہیڈڈ مرغابی** کی ہے۔ یہ سائبیریا سے اڑان بھرتی ہوئی سیدھی 33000 فٹ کی بلندی پر اُوپر جاتی ہے اور تیز ہوا کی (جیٹ سٹریم) رو میں گھستی ہے تاکہ وہ اُسے وہاں پہنچادے جہاں وہ پہنچنا چاہتی ہے۔ جیٹ سٹریم میں درجہ حرارت منفی 56 سیلسئس سے بھی نیچے جاسکتا ہے۔ جبکہ سطح سمندر کے مقابلہ میں اِس میں آکسیجن کی مقدار صرف 10% ہوتی ہے۔ کوہ پیما جب بلند پہاڑوں پر چڑھتے ہیں (جو 12000 فٹ سے زیادہ بلند ہوں)، تواُنہیں اُپنے ساتھ آکسیجن لے جاناپڑتی ہے۔ اگر وہ لے کر نہ جائیں تو وہ بیہوش ہو کر مر جائیں گے۔ اِس کے باوجود یہ پرندہ بغیر کسی پریشانی کے بلندی پر پرواز کرتا ہے۔ **کیسے؟** سائنس دان کہتے ہیں کہ وہ وہاں (نہ ہونے کے برابر آکسیجن میں) بہتر سانس لے سکتی ہے۔ دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے خود کو کیسے اتنی بلندی تک اُٹھایا۔ پرندوں کی اُڑان میں ہوا کی کثافت کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ جتنی کثافت کم ہو گی اتنا ہی پرندے کو اوپر اُٹھانے والی قوت کم ہو گی۔ کس نے مرغابی کو جیٹ سٹریم کے متعلق تعلیم دی تھی؟ یہ کس طرح منفی سیلسئس 56 میں سانس لیتی اور زندہ رہتی ہے؟ یہ ارتقا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا شاہکار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نشانیاں دکھارہا ہے تاکہ ہم عقل ودانش سے کام لیں۔

Dr Bishop added that these geese may represent "the limit" of what birds are capable of. "They have found a way to cross the world's longest and highest land mass - over 1,500km [930 miles] - relatively easily." "They don't train or acclimatize," he said. "They could walk on the top of Everest and have no problem at all." He and other biologists hope, eventually, to understand the genetics of what makes these animals able to perform energetic feats at such high altitudes.

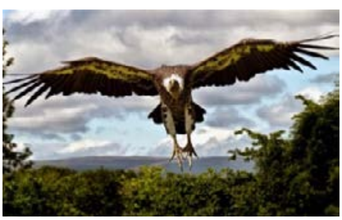

روپیل گریفن گدھ وسطی افریقہ کے ساحلی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ روپیل گدھ کو سب سے زیادہ بلندی پر پرواز کرنے والا پرندہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ سطح سمندر سے 11300 میٹر یا 37000 فٹ تک اس کی اڑان تصدیق شدہ ہے۔ جہاں درجہ حرارت منفی 40 سیلسئس تک گرجاتا ہے۔ ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ بعض اوقات کیوں اتنی حیران کن بلندی پر پرواز کرتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اُوپر کی طرف کیسے دھکیلتا ہے۔ وہ کس طرح 10% سے بھی کم اکسیجن میں سانس لیتا ہے۔ کس طرح منفی 40 درجہ کی سرد ہوا میں اپنے جسم کو گرم رکھتا ہے۔ یہ نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے ہیں جو کائنات کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں۔ یہ بے ترتیب انتخاب یا بے ہنگم چناؤ کے ذریعے نہیں ہوا؛ اللہ نے اسے بہترین متوازن ڈیزائن دیا ہے۔

ایک اور مثال **روبی تھروٹڈ ہمنگ برڈ** کی ہے۔ یہ چھوٹا سا پرندہ اپنے پروں کو ایک منٹ میں 3000 سے زیادہ مرتبہ چلاتا ہے۔ اِس کی لمبائی 3 انچ ہے اور وزن 4 گرام ہے۔ یہ جنوبی امریکہ سے ہجرت کرتا ہے، خلیج میکسیکو کے اُوپر سے اُڑتا ہوا، ریاست ہائے متحدہ میں دریائے مسسزسی پی تک بغیر ویزے کے پہنچتا ہے۔ 26 گھنٹوں کی پرواز بغیر رکے، بغیر خوراک کے، بغیر پانی کے، بغیر آرام کیے، اور بغیر سوئے 2000 کلو میٹر کا فاصلہ طے کرتا ہے۔ تاریک رات میں یہ اپنی سمت گم نہیں کرتا۔ کیوں اور کیسے؟ کیوں وہ اپنا راستہ نہیں بھولتا؟ کون اِس بات کو یقینی بناتا ہے کہ پرندے کو اُڑان کے دوران مدد حاصل رہے اور وہ مسلسل اڑتا اور فضا میں بلند رہے؟ یہ اللہ تعالٰی کی نشانیاں ہیں ہمارے لیے کہ ہم سوچیں اور غور و فکر کریں۔

ہمارے ارد گرد نشانیاں (جانور)

قرآن جانوروں کی یہ مثالیں بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: زمین پر کوئی ایسا جانور نہیں جس کا رزق اللہ سبحانہ وتعالٰی کے ذمہ نہ ہو۔ جس کے متعلق وہ یہ جانتا نہ ہو کہ کہاں وہ رہتا ہے، کہاں وہ سونپا جاتا ہے، سب کچھ ایک صاف دفتر میں درج ہے (11:6)۔ سبحان اللہ۔

اللہ سبحانہ وتعالٰی نے **بلیو وہیل** کو 100 فٹ سے زیادہ طویل اور 200 ٹن سے زیادہ وزنی تخلیق کیا ہے۔ جو آج تک کرہ ارض پر موجود رہنے والے جانوروں میں سب سے بڑی مخلوق ہے۔ بلیو وہیل میں اتنی طاقت ہے کہ وہ اپنے 200 ٹن وزن کو فضا میں اُچھال کر مکمل طور پر پانی سے باہر آسکتی ہے۔ بلیو وہیل کے دل کا سائز ایک اوسط درجہ کی کار کے برابر ہوتا ہے۔ اس کی آواز 188 ڈیسی بل ہے۔ جو جیٹ طیارہ کی آواز سے 35 فیصد زیادہ ہے۔ اِس کی آواز کو بحرالکاہل کے آر پار سنا جا سکتا ہے۔ اِس کی زبان کا وزن 4 ٹن ہے، جو ایشیائی ہاتھی کے وزن کے برابر ہے۔ اس کے نتھنے سے پھونکے جانے والا پانی کا فوارہ 50 فٹ بلند ہوتا ہے۔ اِس کے بچھڑے کا

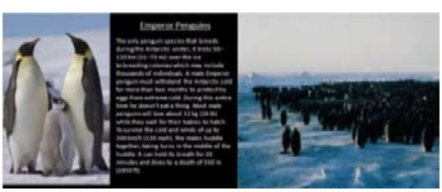

وزن 2700 کلو گرام ہے۔ یہ روزانہ 400 لیٹر دودھ پیتا ہے۔ یہ اپنے منہ میں 90 ٹن پانی رکھ سکتی ہے، اس کے باوجود یہ اوسط گیند سے بڑی کوئی چیز نہیں نگل سکتی۔ یہ روزانہ چار کروڑ کررل کھاتی ہے۔ کررل ایک چھوٹا سا جھینگا ہے، جس کی عمر دس سال تک ہوتی ہے۔ وزن ایک گرام سے بھی کم ہوتا ہے۔ ایک چیز جو اتنی بڑی ہے، وہ اتنی چھوٹی چیز کھاتی ہے۔ کیوں؟ اگر اس نے ارتقاء کیا ہوتا تو یہ شارک مچھلیاں کھا رہی ہوتی۔ یہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے، غور و فکر کرنے کے لیے کہ جس خالق نے بلیو وہیل کی تخلیق کی وہی اُسے کھلاتا ہے۔ اور اُس نے اِس بات کو یقینی بنایا ہے کہ اُس کا رزق وہاں موجود ہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُن لوگوں کو اپنی نشانیاں دکھا رہے جو حق کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

ایمپرر پینگوئن، پینگوئن کی انواع میں سب سے بڑا جانور ہے۔ کھڑے ہوئے نر کا قد 6 فٹ لمبا ہوتا ہے۔ پینگوئن مچھلی کھاتا ہے۔ عام حالات میں وہ سمندر کے قریب قیام کرتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ انڈے دینے کے لیے جزیزہ انٹارٹکا میں قطبی برف پر مسلسل 24 گھنٹے تک 120 کلو میٹر کا فاصلہ طے کر کے جب وہاں پہنچتے ہیں تو مادہ پینگوئن ایک انڈہ دیتی ہے جسے نر پینگوئن اپنے پاؤں پر اُٹھا لیتا ہے اور اُسے گرم رکھنے کے لیے وہ اپنے پیٹ کو دوہرا کر کے اُسے ڈھانپ لیتا ہے۔ مادہ انڈہ دینے کے بعد واپس سمندر میں چلی جاتی ہے اور غائب ہو جاتی ہے۔ نر پینگوئن دو ماہ سے زیادہ بغیر خوراک اور پانی کے منفی 50 ڈگری سیلسئس کے قطبی درجہ حرارت کی سردی اور برفانی جھکڑوں کو برداشت کرتا ہے۔ اگر انڈہ پاؤں سے گر جائے تو سردی کی وجہ سے نر کے پکڑنے سے پہلے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ پینگوئن کیوں 120 کلو میٹر مزید سرد علاقے میں جاتا ہے؟ یہ ایک حادثہ نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا منصوبہ ہے۔ یہ نشانی ہے ہمارے غور و فکر کرنے کے لیے۔

نیچے بائیں طرف کی تصویر ماریانہ کھائی کی ہے۔ ماریانہ کھائی بحر الکاہل میں جاپان اور جزائر ماریانہ کے ساحل کے قریب واقع ہے۔ اگر اِس میں ماؤنٹ ایورسٹ کو رکھ دیا جائے تو وہ اِس میں ڈوب کر دو کلو میٹر اور نیچے چلا جائے گا۔ دوسری تصویر میں ایک آبدوز دکھائی گئی ہے۔ جسے حال ہی میں برینسن نے ایجاد کیا ہے۔ اِسے خاص طور پر ماریانہ کھائی میں جانے کے لیے بنایا گیا ہے اور یہ صرف ایک مسافر کو لے جاسکے گی۔ اگر ایسا ہوا تو یہ پہلی دفعہ ہو گا۔ یہ کاربن فائبر اور ٹائٹینیم سے بنائی گئی ہے۔ کیونکہ ماریانا ٹرینچ کے نیچے دباؤ کا تخمینہ 8 ٹن/مربع انچ ہے یعنی آبدوز پر 74 بوئنگ 747 طیاروں کا وزن ہو گا۔ ماریانہ کھائی میں سارا سال اندھیرا رہتا ہے، کیونکہ سورج کی روشنی اتنی

گہرائی تک نہیں پہنچ سکتی۔ کھائی کی تہہ میں درجہ حرارت 4 سیلسئس ہے۔ کیا وہاں کوئی جاندار رہتے ہیں؟ تیسری تصویر اُن جانوروں کو دکھاتی ہے جو وہاں رہتے ہیں۔اِن میں نوکیلے دانتوں والی مچھلی فینگ، توتھ فش، اینگلر فش اور سکرا کٹوپس وغیرہ ہیں۔ جن کے اندر روشنی ہوتی ہے جسے اُن کے جسموں کے اندر ہونے والی کیمیاوی عمل توانائی مہیا کرتے ہیں۔ وہ ٹائٹینیم کی پلیٹوں کے بغیر 8 ٹن فی مربع انچ کے دباؤ میں رہ رہے ہیں۔ کبھی کبھار وہ سطح پر بھی آجاتے ہیں۔ کون اُنہیں خوراک فراہم کرتا ہے؟ وہ دباؤ کا مقابلہ کیسے کرتے ہیں؟ سوچو کیا یہ اتفاق ہے یہ اس کا کوئی خالق ہے؟ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں ہمارے لیے تاکہ ہم اس پر سوچ بچار کریں۔

انسانی جسم کے اندر کی نشانیاں

قرآن کہتا ہے: جلد ہم اپنی نشانیاں دنیا میں، اِن کے ارد گرد اور خود اِن کے اندر، اُنہیں دکھائیں گے۔ یہاں تک کہ اِن پر واضح ہو جائے کہ یہ سچ ہے (41:52)۔ آیئے تحقیق کرتے ہیں کہ کس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانوں کی تخلیق کی اور اُس نے کون کون سی اپنی نشانیاں ہمارے اندر رکھیں۔

تولیدی نظام: آیئے پہلے دیکھتے ہیں کہ انسان کا تولیدی نظام کس طرح کام کرتا ہے۔ مرد کی منی میں ایک بہت ہی باریک یک خلدی خلیہ (جس میں بیضہ کی جلد میں گھس جانے کی صلاحیت ہوتی ہے) کو خارج ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اُسے کس سمت جانا ہے۔ اُن میں 50 فیصد ڈی این اے کی معلومات ہوتی ہیں۔ (شکل وصورت، حجم، رنگت اور جسم کی دوسری خصوصیات اور اعضاء کے متعلق تفصیلی معلومات ہوتیں ہیں)۔ قرآن کہتا ہے: خلیہ اور بیضہ مل کر خون کا لوتھڑا بناتے ہیں پھر یہ خون کے لوتھڑے سے گوشت کے ٹکڑے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پھر ہڈیوں کی شکل بنتی ہے۔ پھر گوشت ہڈیوں کو ڈھانپ لیتا ہے اور بچہ جنم لیتا ہے (14: 23)۔ جب وہ رحم مادر میں تاریکی کی تین تہوں میں ہوتا ہے تو بچہ اپنی خوراک اور آکسیجن پلے سینٹا کے ذریعے اپنی ماں کے خون سے حاصل کرتا ہے۔ پلے سینٹا پیدائش پر کاٹ دی جاتی ہے اور بچہ ماں کی چھاتیوں سے نکلنے والی دودھاریوں سے دودھ حاصل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ یہ پیچیدہ عمل اتفاقاً واقع ہوا ہو۔ نہیں!! اِس میں ایک منصوبہ ہے۔ اور جہاں منصوبہ ہوتا ہے وہاں منصوبہ ساز لازماً ہوتا ہے، اور یہ منصوبہ ساز صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہیں۔

دماغ: دماغ 3 پونڈ کا مادہ ہے جو 73 فیصد پانی 16 فیصد چربی پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک کھرب نیوران کے ساتھ 10 کھرب گلئیل (glail) خلیے ہوتے ہیں۔ یہ ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ کیمیاوی عمل سرانجام دیتا ہے اور 10 واٹ بجلی سے چلتا ہے۔ دماغ میں 25 لاکھ GB میموری ہے۔

آج کا تیز ترین کمپیوٹر جاپان کا K کمپیوٹر ہے جسے سپر کمپیوٹر بھی کہتے ہیں۔ دماغ کی ایک سیکنڈ کی سر گرمیوں کو نقل کرنے کے لیے 80 ہزار جاپانی K کمپیوٹرز کو 40 منٹ کا وقت درکار ہے۔ K کمپیوٹر ایک حادثے کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوا، تو کیا دماغ اتفاق کا نتیجہ ہے؟ کیا یہ بات معقول لگتی ہے؟ نہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُس کو تخلیق و تشکیل کیا ہے۔

آنکھیں: انسانی آنکھوں کا قطر ایک انچ ہے۔ اور ان کا وزن 56 ملی گرام ہے۔ آنکھ ڈیجیٹل ٹرم میں 576 میگا پکسل ہے۔ ایک اچھا کیمرہ 20 میگا پکسل ہوتا ہے۔ انسانی آنکھ ایک کروڑ رنگوں میں امتیاز کر سکتی ہے۔ ہماری آنکھ کی پتلی پیدائش سے لے کر (تمام عمر) ایک ہی سائز کی رہتی ہے۔ پلکیں غلاظت کو باہر رکھتی ہیں۔ اور بھوئیں آنکھوں میں پسینے کو گرنے سے روکتی ہیں۔ ایک آنکھ میں 20 کروڑ سے زیادہ کام کرنے والے حصے ہوتے ہیں۔ اور اس میں 10.7 کروڑ روشنی کے حساس خلیے ہوتے ہیں۔ کارنیا جو روشنی کو آنکھوں میں داخل ہونے دیتی ہیں، وہ واحد خلیے ہیں جن میں خون کی نالیاں نہیں ہیں (کیا یہ اتفاق ہے؟ ہر گز نہیں)۔ آنکھ سال میں 40 لاکھ دفعہ جھپکتی ہے اور اِسے آرام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ انسانی آنکھ کے ارتکاز کرنے والے پٹھے دن میں 10 لاکھ دفعہ حرکت کرتے ہیں۔ ہر انسانی آنکھ میں 770000 سے لے کر 17 لاکھ عصبی ریشے ہیں۔ یہ بصری اعصاب ایک چھوٹے سے بصری راستے کے ذریعے دماغ تک جاتے ہیں۔ انگلی کے نشانات کے 40 منفرد کریکٹر ہوتے ہیں جبکہ آنکھ کی پتلی کے 256 منفرد کریکٹر ہیں (ڈیجیٹل اصطلاح میں میموری بٹس سے زیادہ پیچیدہ)۔ یہی وجہ ہے کہ آنکھ کے پردہ کا سیکورٹی مقاصد کے لیے استعمال بڑھتا جا رہا ہے۔ انسان ابھی تک آنکھ کی پتلی کو نصب کرنے کا طریقہ نہیں ڈھونڈ سکا کیونکہ بصری اعصاب بہت حساس ہوتے ہیں اور اِن کا نظام اور تعمیر نو بہت پیچیدہ ہے۔ کیا یہ اتفاق ہو سکتا ہے۔ یہ انتہائی خورد بینی تفصیلات کے ساتھ تیار کردہ شاہکار ہے، اور اس کا خالق اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے، وہی ہستی جس نے بگ بینگ کی ابتداء کی۔

جگر: جگر کے ذمے دماغ کو گلوکوز کی فراہمی، زہریلے مادوں کو فلٹر کرنا، امراض سے لڑنا، طاقتور غذائی اجزاء اور وٹامنز (حیاتین) کو جمع کرنا ہے۔ وہ تمام ادویات جو انسان استعمال کرتا ہے، اِن کو قابل استعمال بناتا ہے۔ یہ کھانے کے انہضام کے لیے (پت) Bile بناتا ہے۔ فالتو شوگر کو ذخیرہ کرتا ہے۔ یہ اینزائمز اور کیمیاوی مادے پیدا کرتا ہے جو زخم لگنے کے دوران خون کو منجمد کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ یہ جرثوموں کا مقابلہ کرنے والے کیمیاوی مادے پیدا کرتا

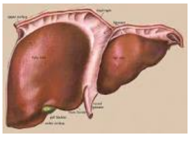

ہے۔ یہ فی منٹ 1.5 لیٹر خون فلٹر کر کے صاف کرتا ہے۔ اِسے جسم کی فیکٹری بھی کہا جاتا ہے۔ جگر کا ایک خلیہ جتنے مختلف کیمیاوی مادے پیدا کرتا ہے، اُنھیں بنانے کے لیے کیمیاوی پلانٹوں کے کئی شہر درکار ہوں گے۔ کیمیاوی پلانٹ کو تعمیر کرنا پڑتا ہے۔ تو کیا جگر کا ارتقا اتفاقاً ہو گیا؟۔ کیا یہ معقول بات ہے ؟ نہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اِس کی کمال تخلیق و تشکیل کی ہے۔

پھیپھڑے: دونوں پھیپھڑوں کا وزن 1.3 کلو گرام ہوتا ہے۔ جس کی حفاظت پسلیوں کا پنجرہ کرتا ہے۔ یہ

روزانہ سانس کے ذریع 11000 لیٹر ہوا استعمال کرتے ہیں۔ یہ جسم کو آکسیجن دیتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائڈ خارج کرتے ہیں۔ پھیپھڑوں میں ہوا کے گزرنے کے راستے کی کل لمبائی 2400 کلو میٹر ہے۔ جس میں 50 کروڑ ایلوی اُولی ہوتے ہیں۔ کیا یہ سارا سسٹم ایک حادثہ کا نتیجہ ہے ؟ سادے سے منصوبے انسان کے بنائے ہوئے ہیں جبکہ پیچیدہ منصوبے اتفاقاً وجود میں آ گئے ہیں ؟ کیا اِسے عقل مانتی ہے ؟ اگر ہم اپنی عقل و دانش سے کام لیں تو پکار اٹھیں گے کہ ہمیں اللہ نے پیدا کیا ہے۔

گردے: انسان کے دو گردے ہیں۔ جو 4.5 انچ لمبے اور 4 سے 6 اونس وزنی ہیں۔ اِنھیں پسلیوں کے پنجرے سے محفوظ کیا گیا ہے۔ گردوں میں خون کا بہاؤ، دل، جگر اور دماغ سے زیادہ ہے۔

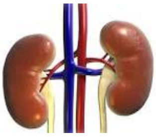

فلٹر کے عمل کے لیے گردے میں دس لاکھ نیفرون ہوتے ہیں۔ اگر نیفرون کو سرے سے سرا ملا کر رکھا جائے تو 16 کلو میٹر کا فاصلہ طے ہو گا۔ یہ جسم میں پیدا ہونے والے فضلے فلٹر کر کے اُنھیں پیشاب کے ذریعے جسم سے باہر پھینک دیتے ہیں۔ یہ بغیر رکے 180 لیٹر خون روزانہ صاف کرتے ہیں۔ اور روزانہ 50 گیلن خون کو استعمال کے قابل بناتے ہیں۔ فلٹر کے عمل کے لیے گردہ میں نصب کی گئی صلاحیت ضرورت سے 266% ہے۔ سبحان اللہ۔ یہ کسی صورت اتفاق نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک منصوبہ ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اِس کے خالق ہیں۔

دل: دل ایک بہت بڑا پٹھوں کا پمپ ہے جو چھاتی کے وسط سے تھوڑا بائیں جانب جھکا ہوتا ہے۔ یہ ایک نا تھکنے والا عضو ہے۔ جسم میں سب سے زیادہ جسمانی مشقت دل کرتا ہے۔ جب ہمیں چھینک آتی ہے تو یہ نہیں رکتا۔

دل دھڑکن کی آواز پیدا نہیں کرتا، دراصل اِسے دل کے والو پیدا کرتے ہیں۔ دل کا سائز اوسط درجہ کی مٹھی کے برابر ہوتا ہے اور یہ ہر منٹ میں 1.5 گیلن خون پمپ کرتا ہے یہ کورنیا کے سوا باقی سارے جسم کے 75 کھرب خلیوں کو خون مہیا کرتا ہے۔ دل

کی جگہ بنانے کے لیے بایاں پھیپھڑا دائیں پھیپھڑے سے چھوٹا ہوتا ہے۔ حمل ٹھہرنے کے 4 ہفتے بعد دل دھڑکنا شروع کر دیتا ہے اور موت تک دھڑکتا رہتا ہے۔ دل کا وزن 8 سے 10 اونس تک ہوتا ہے۔ جسم میں خون کی نالیاں جن کو دل خون پمپ کرتا ہے، اُن کی لمبائی ایک سرسری اندازہ کے مطابق 160000 کلو میٹر ہے۔ دل اوسطاً عمر میں 15 لاکھ بیرل خون پمپ کرتا ہے۔ حمل کے دوران عورت میں خون 50% زیادہ ہو جا تا ہے۔ خون 30 سیکنڈ سے کم مدت میں ہمارے جسم میں گردش کر لیتا ہے۔ بڑا مکینکل پمپ بیرونی خوراک کے باوجود زیادہ عرصہ کام نہیں کر سکتا، اور وہ اتنی بے پناہ لمبائی والی باریک نالیوں میں سے پمپ نہیں کر سکتا، اور اُسے باقاعدگی سے تبدیل کرنا پڑتا، لیکن جو اتفاقاً وجود میں آیا، موت تک بغیر رکے کام کرتا رہتا ہے۔ حیران کن!!!۔ ہمیں اور کیا چیز سچائی قبول کرنے پر آمادہ کرے گی۔

نشانیوں پر نتیجہ و تبصرہ

اگر ہم کائنات کی نشانیوں، اپنے ارد گرد کی نشانیوں، اور اپنے جسم اور اس کے اعضا کی نشانیوں پر نظر ڈالیں، تو یہ سب اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ ان کا ایک خالق ہے جو کائنات کا ربّ ہے۔ اس نے ہر چیز کو ایک مقصد کے تحت پیدا کیا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ تغیرات کے ساتھ یہ ڈیزائن، ہم وقت سازی، توازن ہم آہنگی، نظام، اس کی دیکھ بھال، اور لا محدود اقسام کے ساتھ یہ ڈیزائن اتفاقاً بن گیا ہو۔ ہم سب اس بات سے اتفاق کریں گے کہ یہ انسانی استعداد سے باہر ہے۔ مادّہ، توانائی، طاقت اور وجود کا واحد سرچشمہ ہونے کے ناطے، یہ خالق کا استحقاق ہے کہ اسے تسلیم کیا جائے، اس سے پیار کیا جائے اور اس کی اطاعت و عبادت کی جائے۔ اللہ وجود کا واحد ذریعہ ہے۔ اُسے قادرِ مطلق کہہ کر پکارو، اُسے گاڈ کہو، اُسے فادر کہہ کر مخاطب کرو یا کسی بھی اچھے نام سے پکارو، مطلب ایک ہی ہے۔ ہم اُس کی رعایا اور ماتحتی ہیں۔ قانون سازی اور فیصلہ کرنے کا مکمل حق صرف خالق کو ہے۔ ہم اُسے اللہ سبحانہ و تعالٰی کہہ کر پکارتے ہیں۔

میں عالم مرزا یاور بیگ کی اِس بات سے متفق ہوں، کہ یہ افسوس کا مقام ہے، کہ ہمارے علماء قرآن کی تعلیم اِس طرح دیتے ہیں، جیسے کائنات کا کوئی وجود نہیں، اور سائنسدان کائنات کا علم اِس طرح پڑھاتے ہیں، جیسے خالقِ کائنات کا کوئی وجود نہیں۔ حال ہی میں کائنات پر تحقیق کرتے ہوئے سائنسدان چکرا گئے، کہ ستارے اور سیارے ایک دوسرے سے ٹکراتے کیوں نہیں؟ دوسرا جب دھماکہ ہوتا ہے تو ابتدائی رفتار بہت زیادہ ہوتی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ سائنسدان توقع کر رہے تھے کہ کائنات کے

پھیلاؤ کی رفتار کم ہورہی ہوگی۔اِس کے برعکس اِس کے پھیلاؤ کی شرح بڑھ رہی ہے۔اُنھوں نے ایک تھیوری پیش کی ہے کہ ایک تاریک مادہ اور ایک تاریک توانائی ہے، جو تصادم کو روکتی ہے، اور کائنات کے پھیلاؤ کی رفتار میں اضافہ کررہی ہے۔اُنہیں، نہیں معلوم کہ تاریک مادہ اور تاریک توانائی کیا ہے؟اُنھوں نے ناقابلِ وضاحت مظہر کا یہ نام رکھا ہے۔ایک فاضل عالم جسے قرآنِ حکیم اور کائنات دونوں کے علم پر عبور ہے وہ کہے گا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ اُس نے تمام مخلوقات کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر کیے ہیں۔ فرشتے نور (خالص توانائی) سے تخلیق کیے گئے ہیں (86:4)۔جب اہلِ طائف نے رسول اللہؐ کی تعلیمات کو مسترد کردیااور آپؐ کو شدید زخمی کردیا، تو آپؐ نے دعا کی۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ابوقبیس اور دوسرے پہاڑ کے فرشتے کو آپؐ کے پاس بھیجا۔ فرشتے اِن دونوں پہاڑوں کے محافظ تھے۔وہ نبی پاکؐ کے حکم پر دونوں پہاڑوں کو اکٹھے دبانے اور طائف ومکہ کے لوگوں کو مارنے پر تیار تھے۔جواب بہت سادہ ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر کام کے لیے فرشتے مقرر کیے ہوئے ہیں۔کوئی اُسے تاریک اینرجی اور تاریک مادہ کہے یا فرشتے، بات ایک ہی ہے۔

سائنسدان کہتے ہیں کہ ہماری کائنات کی زندگی 13ارب سال ہے۔اُنہوں نے حساب لگایا ہے کہ ایک انسانی پروٹین کے ایک خلیے کو حادثاتاً پیدا کرنے کے لیے 64.3 کروڑ ارب سال درکار ہوں گے۔ سوچو! کاربوہائیڈریٹ،چربی،اور معدنی اجزاء وغیرہ ایک خاص تناسب سے مل کر ایک انسانی خلیہ بناتے ہیں؟ایک انسانی خلیہ پیدا کرنے کے لیے ہر جزو کو آپس میں کروڑوں،اربوں سے ضرب دیں، تو کتنا وقت درکار ہوگا؟ ہمارا جسم ایک سرسری اندازے کے مطابق %65 پانی،%18.5 کاربن،%9.5 ہائیڈروجن اور %3.3 نائیٹروجن پر مشتمل ہے۔ایک عام آدمی کے لیے 14 گیلن پانی، 35 پاونڈ کوئلہ اور 24 پاونڈ ہوا درکار ہے۔ اور اگر ہم یہ تمام چیزیں ایک بیگ میں ڈال دیں۔ایک انسان کو حاصل کرنے لیے آپ کو کتنے سالوں تک اُسے ہلانا ہوگا؟ کیا اب بھی ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا وجود ایک حادثہ کا نتیجہ ہے۔تمام تر ٹیکنالوجی کے باوجود ہم اِس قابل نہیں ہوئے کہ ایسا ربورٹ بناسکیں جو انسان کی طرح نفیس اور پیچیدہ ہو۔ تمام تر ٹیکنالوجی کے باوجود ہم اِس قابل نہیں ہوئے کہ ایسا کیمرہ بناسکیں جو انسانی آنکھ 576 میگا پکسل کے قریب ہو۔ تمام تر ٹیکنالوجی کے باوجود ہم اِس قابل نہیں ہوئے کہ ایسا پمپ بناسکیں جو دل کی صلاحیت کے نزدیک ہو، جو 7200 لیٹر خون یومیہ KM160000 باریک رگوں میں بغیر پیچیدگی کے پوری زندگی کام کرے۔ تمام تر ٹیکنالوجی کے باوجود ہم ایسا فلٹریشن سسٹم نہیں بناسکے جو گردوں کی کارگردگی کے قریب ہو، جو روزانہ

180 لیٹر خون کو زندگی بھر صاف کرتا رہے۔ کیا اِس کے باوجود اب بھی ہم سمجھتے ہیں کہ ہم ایک حادثہ کے نتیجے میں وجود میں آئے ہیں۔ نہیں، رحیم و کریم اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہماری تخلیق کی۔

ہم یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں، کہ ایک سادی سی سوئی یا پانی پینے کا گلاس اتفاقاً وجود میں آسکتا ہے، اور اِس پر ہمارا پختہ یقین ہے کہ اِسے بنایا گیا ہے۔ اِس کے باوجود ہم یہ ماننے کے لیے تیار ہیں، کہ کائنات اور انسان کی اندرونی ساخت کی پیچیدگیاں ارتقا کا نتیجہ ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمام سائنسدانوں اور صاحب علم لوگوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر وہ سب ایک مکھی بنانے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو وہ کبھی ایسا نہیں کر سکیں گے۔ یہ تو مکھی کا پَر بھی نہیں بنا سکتے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر مکھی ان کی خوراک کا ایک حصہ اٹھا کر لے جائے تو اس کو دوبارہ حاصل نہیں کر سکتے۔ ایک اور چیلنج اللہ تعالیٰ صاحبِ فکر لوگوں کو سورۃ ملک میں دیتے ہیں اور آیات (67:3-4)، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اگر کائنات میں غور و فکر کریں تو آپ کو اِس میں کوئی خامی نہیں ملے گی۔ کیا یہ اتفاق ہے؟ بہر حال سائنسدان اتفاق کرتے ہیں کہ ایک طاقت ایسی ہے جس نے عدم سے کائنات کو تخلیق کیا۔

فرض کریں کہ کسی آڈیٹیوریم میں ایک شخص کہتا ہے کہ جاتے ہوئے مفت میں دس ہزار روپے لیتے جائیں بس اپنا نام لکھوائیں اور دینے والے کا شکریہ ادا کریں۔ ہم قطار میں کھڑے ہو جائیں گے اور اس کا شکریہ بھی ادا کریں گے۔ میرا سوال ہے اپنے قاری سے کہ اپنی آنکھوں، اپنے دماغ، اپنے گردوں، اپنے اعضاء، اپنی زندگی، اپنے بچوں اور اُن وسائل کا جو اللہ نے ہمیں دیئے ہیں اُس کا شکریہ کہاں گیا؟ یا ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے اُنہیں کمایا ہے اور یہ ہماری ملکیت ہیں؟ نہیں، ہم اور ہماری ہر چیز اللہ کی ملکیت ہے۔ جب بچہ بڑا ہو رہا ہوتا ہے تو وہ اپنے والدین کو پہچانتا ہے اور اِن کی عزت کرتا ہے کیونکہ وہ اس کی پرورش کرتے ہیں، اُس کی رہنمائی کرتے ہیں، اُس کے تعلیم کے تمام مسائل کو حل کرتے ہیں۔ اِسی طرح ہمیں اپنے رازق کو پہچاننا چاہیے۔ اُس کا حکم ماننا چاہیے، اُس کی عبادت اور اُس سے پیار کرنا چاہیے۔ اُس اللہ کو جس نے ہمیں تخلیق کیا ہمارے والدین کو، اُن کے والدین اور اُن کے والدین کو اور ہم پر اپنی رحمتیں نازل کیں۔

اے مسلمانوں، ربّ سے قربت کا احساس پیدا کرنے کے لیے ہمیں قرآن کو سمجھ کر پڑھنا چاہیے۔ اللہ کا صحیفہ قرآن ہمیں اِس دنیا میں اللہ کے قریب تر کرتا ہے۔ اللہ کے کلام سے ہمیں دل سے محبت کرنی چاہیے۔ یہ لکھا ہوا نہیں بلکہ وحی کے ذریعہ کلام کی شکل میں اترا۔ نبیؐ نے اُسے جبریلؑ سے سنا اور صحابہؓ نے آپؐ کی زبان سے سنا اور لکھا۔ کوئی قاری اُس تلاوت کا مقابلہ نہیں کر سکتا، جس پر یہ کلام اُترا تھا۔ ہمیں قرآن پڑھتے ہوئے اپنے

دل کی حالت پر توجہ دینی چاہیے۔ کیونکہ اللہ سورۃ انفال میں کہتا ہے، کہ سچے اہلِ ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سُن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات اِن کے سامنے پڑھی جاتی ہیں۔ تواِن کا ایمان بڑھ جاتا ہے (8:2)۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ اللہ ہے۔ یاد رکھیں اِس دنیا میں ہم اللہ کو نہیں دیکھ سکتے محض جنتی اُس کا دیدار کریں گے۔ اے اللہ! ہمارے لیے اذن کر دے کہ ہم آپ کا دیدار کریں۔ آمین!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مخلوقات میں ظاہری اور باطنی نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد ہمارے پاس خالق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پہچاننے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ جو لوگ اللہ (اپنے خالق) کو پہچان لیتے ہیں، ان کے خیالات فوراً آخرت کی طرف جاتے ہیں، اور کہتے ہیں۔ اے اللہ، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ جن لوگوں نے اپنے ربّ کو سمجھ لیا وہ اپنے ربّ کے فرمانبردار ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کھلی آنکھوں اور کھلے کانوں سے نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں اور سچائی کی خواہش رکھتے ہیں۔ جب وہ آسمانوں اور زمین کی تخلیقات اور اندر کی نشانیوں میں غور وفکر کرتے ہیں۔ وہ بے ساختہ پکارتے ہیں: اے پروردگار، یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے، تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے (3:191)۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ اللہ ہے، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، مسیحؑ اور محمدؐ کا ربّ۔ اِس کے برعکس جنھوں نے آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے، اپنے کانوں میں روئی ٹھونس رکھی ہے، اور اپنے آپ کو ایک ڈبے (اپنے اپنے مسالک اور علاقائی رسومات) میں بند کیا ہوا ہے، اُن کا کوئی علاج نہیں اور نہ اُن کے لیے کوئی نجات ہے۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

مقصدِ حیات

مقصد حیات کو مختصر الفاظ میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

ا) اپنے خالق کو پہچاننا اور اُس کی تصدیق کرنا۔

ب) اُس خالق کے قوانین کی پابندی کرنا۔

ج) اپنے خالق، اللہ کی تعریف کرنا، اس کا شکر ادا کرنا اور اس کی عبادت کرنا۔

د) اپنے خالق، اللہ کا رنگ اختیار کرنا اور اس کی صفات وخصائص کو اختیار کرنا۔

کائنات میں نشانیاں، ہمارے گرد و پیش کی نشانیاں، خود ہمارے اندر کی نشانیاں، ہمیں مجبور کرتی ہیں کہ ہم اپنے خالقِ برحق کو تسلیم کریں، اور جب ہم اُس کو تسلیم اور اُس کی تصدیق کر لیتے ہیں، تو ہمیں اُس کے قوانین کی پابندی کرنی چاہیے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہم اپنے خالق کو اپنی تعریف و تشکر اور بندگی کے لائق سمجھیں گے۔ میرا چوتھا موضوعِ گفتگو خالق حقیقی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے رنگ و اوصاف کا حصول ہے۔ تفسیر رازی میں ایک حدیث ہے Ref#4: جس میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہؐ نے ہمیں اللہ کے اوصاف حاصل کرنے کو کہا ہے۔ قرآن ہمیں کہتا ہے: اللہ کا رنگ اختیار کرو اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہو گا (2:138)؟ ڈاکٹر جیفری لینگ کے خطبہ ''مقصد حیات'' نے اس کو واضح کیا ہے۔ اس لیے میں قارئین کو ڈاکٹر جیفری لینگ کے خطبہ ''Purpose of Life'' کو دیکھنے کا مشورہ دوں گا، جسے یوٹیوب پر دیکھا جا سکتا ہے۔ میں اِس خطبے اور دوسرے اچھے علماء کے خطبات سے متاثر ہوا ہوں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اِن پر رحمت، انعامات اور نوازشات کی بارش فرمائیں۔ آمین

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کو عقل و شعور (استدلال) کے ساتھ پیدا کیا اور آزادیِ انتخاب دے کر دنیا کی امتحان گاہ میں بھیج دیا۔ انسان کو زمین پر اپنے قیام کے دوران اس کے ایمان کو جانچنے کے لیے اکثر برائی اور بھلائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اکثر انسان اجتماعی طور پر اس دنیا میں اپنے غلط انتخاب کی وجہ سے نقصان اٹھاتا ہے اور آخرت میں اپنے اعمال کے لیے جوابدہ بھی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اِس کی اجازت اِس لیے دیتے ہیں، کیونکہ حصولِ ایمان کے لیے تین عوامل بصیرت، انتخاب اور آزمائش ضروری ہیں۔ اِس دنیا میں ابتلاء و آزمائش کی بنیادی وجوہات میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو نظر انداز یا مسترد کر دیتے ہیں۔ جب انسان عقل سے کام نہیں لیتا تو وہ علماء سوء کے بہکاوے میں آ کر ان کی اندھی تقلید شروع کر دیتا ہے۔ ایسے مکار مذہبی پیشواؤں نے مذہب کو پراگندہ کر دیا ہے۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں: انھوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ اپنا آقا بنا رکھا ہے (9:31)۔ یعنی وہ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ اُس نے اپنی نشانیاں، اسباق اور تنبیہات ہمارے سامنے واضح کر دی ہیں (قرآن)، تاکہ ہم عقل سے کام لیں۔ قرآن کے نقطۂ نظر سے عقل و ایمان ایک دوسرے کے حلیف ہیں، بالکل اُسی طرح جیسے غلط منطق اور باطل عقائد ایک دوسرے کے حلیف ہیں۔ اس کی آیات ہمیں واضح شواہد اور ثبوتوں پر اپنا موقف قائم کرنے اور روایات پر آنکھیں بند کر کے قائم نہ رہنے پر زور دیتی ہیں۔ پیغام واضح ہے کہ ایمان حاصل کرنے کے لیے ہمیں اپنے موروثی تصورات سے بالاتر ہو کر عقل و دانش کے ذریعے

اپنے عقائد کا جائزہ لینا چاہیے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: دین کے معاملے میں زور زبردستی نہیں، صحیح بات غلط بات سے چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔اب جو کوئی طاغوت کااِنکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا،اُس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں، اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے (2:256)۔ ہمارے لئے ہدایت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے آگئی ہے۔ پس جو کھلی سوچ سے دیکھتا ہے وہ اپنے ہی فائدے کے لیے کرتا ہے اور جو اندھا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔اگر اللہ چاہتا تو ہم سب کو ہدایت دیتا اور ہمیں ایک امت بنا دیتا۔ واضح طور پر ہمیں انتخاب کی آزادی دستیاب ہے۔ قرآن واضح طور پر بتاتا ہے کہ ہمیں آزمایا جائے گا، یعنی ہم اس دنیاوی زندگی میں مصیبتیں اٹھائیں گے، کیونکہ ہمارے ایمان کی نشوونما اور ترقی میں اس کا بڑا کردار ہے۔اس زندگی کا مقصد حاصل کرنے کے لیے ہمیں اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنی چاہیے۔ خوشحالی اور آفات آزمائشوں کا ذریعہ ہیں۔

اس دنیاوی ماحول کو مصیبتوں اور مصائب کا ماحول بنایا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہم میں پیدا ہوں۔ ہمیں اس دشوار گزار گھاٹی سے گزرنا پڑے گا۔ یہ دشوار گزار گھاٹی کیا ہے؟ کسی کی گردن کو غلامی سے چھڑانا، فاقے کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا، کسی مصیبت میں مبتلا شخص تک پہنچنا (90:11-12)۔ آج دنیا بھر میں لوگ مصائب میں مبتلا ہیں اور ہم نے اُن کی طرف سے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ ان کی دیکھ بھال کرنا ہی بلند دشوار گزار گھاٹی سے گزرنا ہے۔ ہمیں اُن کی ضروریات کا احساس کرنا پڑے گا، **اور یہی اسلام ہے۔** ہماری کردار سازی میں یہ احساس مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم اِس کردار کو لے کر اگلے جہاں جائیں گے۔ ہم یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قریب ہونے یعنی اس کے رنگوں میں رنگنے کے لیے آئے ہیں۔ فرض کریں کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے قریب ہونا چاہتا ہے، تو اُسے اُس کے قریب ہونے کے لیے وہ اوصاف اپنانا ہوں گے جو اس شخص کو پسند ہیں۔ اِسی طرح اگر ہم اللہ کے قریب ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کرنے ہوں گے جو اسے پسند ہیں۔ اسی لیے دنیا کی آزمائشیں ہمارے اندر اللہ کی پسندیدہ اوصاف کو تعمیر کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہم دوسرے لوگوں سے محبت وہمدردی کریں، کیونکہ وہ خود الرحمن (منبعِ رحم) ہے، اور وہ ہمدردی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم دوسروں پر رحم کریں، کیونکہ وہ خود الرحیم ہے (سب سے زیادہ رحم کرنے والا)، اور وہ نرم خو لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم زیادتی کرنے پر لوگوں کو معاف کرنے کی عادت ڈالیں، کیونکہ وہ خود الغفور ہے (سب سے بڑھ کر معاف کرنے والا)، اور وہ معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم عدل

کریں، کیونکہ وہ خود الحاکم والعادل اور المقسط ہے۔ سب سے بڑھ کر انصاف کرنے والا، سب سے بڑھ کر عدل کرنے والا اور سب سے بڑھ کر منصف، اور وہ اُن لوگوں سے محبت کرتا ہے جو عادل اور انصاف پسند ہیں۔ یوم حساب، جن لوگوں کے گروہوں پر اللہ کا سایہ ہو گا، اُن میں سے ایک گروہ عادل حکمرانوں اور ججوں کا ہو گا۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم کمزوروں کے نگہبان ہوں، کیونکہ وہ خود المہیمن ہے (سب کا نگہبان)، اور وہ اُن لوگوں سے محبت کرتا ہے جو کمزورں کی نگہبانی کرتے ہیں۔

وہ چاہتا ہے کہ ہم امن کو فروغ دیں، کیونکہ وہ السلام ہے، امن و سکون کا سب سے بڑا سرچشمہ، اور وہ اُن لوگوں سے محبت کرتا ہے جو امن و بھائی چارے کو فروغ دیتے ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم ظلم کو دبائیں، کیونکہ وہ القہار اور غالب ہے (مظلوموں کا سب سے بڑا پاسبان)، اور وہ اُن سے محبت کرتا ہے جو مظلوموں کا ساتھ دیتے ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم لوگوں پر احسان کریں، کیونکہ وہ الوہاب ہے (سب سے بڑا حامی و مددگار) اور وہ اُن سے محبت کرتا ہے جو لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم ضرورت مندوں کا خیال رکھیں، کیونکہ وہ الرزاق ہے (جہانوں کا پالنے والا)۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگ عقل منداور صاحب علم ہوں، کیونکہ وہ الحکیم ہے (سب سے دانا)۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم دوسروں سے محبت کریں، کیونکہ وہ الودود ہے (سب سے زیادہ محبت کرنے والا)۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم باوقار اور صاحب حشمت ہوں، کیونکہ وہ الجلیل ہے (اعلیٰ ترین اور بے نیاز)۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم دوسروں کے لیے فراخ دل اور فیاض ہوں، کیونکہ وہ الکریم ہے (سب سے زیادہ فیاض)۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم دوسروں کی استدعا اور درخواست پر توجہ دیں، کیونکہ وہ المجیب ہے۔ دعاؤں اور استدعاؤں کو سنتا ہے اور اُن کا جواب دیتا ہے۔

وہ چاہتا ہے کہ ہم راست باز ہوں، کیونکہ وہ حق ہے، سچ ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم اپنے اعتقادات میں مستحکم ہوں، کیونکہ وہ المتین ہے (سب سے زیادہ مستحکم)۔ وہ چاہتا ہے کہ ہمارا رویہ دوستانہ ہو، کیونکہ وہ الوالی ہے (سب سے سچا اور قابل اعتماد دوست)۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم بردبار ہوں، کیونکہ وہ الحلیم ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم دوسروں کی معذرت کو قبول کرنے والے ہوں، کیونکہ وہ التواب ہے (توبہ قبول کرنے والا)۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم معاف کرنے والے ہوں، کیونکہ وہ العفو ہے (معاف کرنے والا)۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم لوگوں کی ایمان کی طرف رہنمائی کریں، کیونکہ وہ الہادی والرشید ہے (حقیقی اور سب سے بڑا رہنما)، جو صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم صابر و شاکر ہوں، کیونکہ وہ الصبور ہے (سب سے زیادہ حوصلے والا) وغیرہ وغیرہ۔ ہمارے لئے اپنے اندر یہ اوصاف پیدا کرنا ضروری ہے تاکہ غیر مسلم ہمارے کردار سے متاثر ہو کر

اسلام قبول کریں۔ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے :اِن لوگوں کو خوشخبری دوجو ابتلاء وآزمائش میں صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں نے پلٹ کر جانا ہے(2:156)۔

جس طرح حلال جانوروں کے زمرہ میں لحم خنزیر ممنوع ہے اسی طرح اللہ کی صفات میں سے تکبر واحساسِ برتری انسانوں کے لئے ممنوع ہے۔ کیونکہ تکبر انسانوں کے درمیان نفرت کو فروغ دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بُرا سلوک کرتے ہیں۔اگرچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کائنات کے حکمران ہونے کی حیثیت سے اِس صفت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں، پھر بھی متکبر نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کہتا ہے جب اُس کا بندہ اُس کی طرف ایک قدم بڑھاتا ہے، تو وہ اُس کی طرف دو قدم بڑھاتا ہے۔ جب اُس کا بندہ اُس کی طرف چلتا ہے، تو وہ اُس کی طرف دوڑتا ہے۔ جب نافرمان بندہ توبہ کرتا ہے اور پچھتاتا ہے، تو وہ اُس سے خوش ہوتا ہے، اور اُسے معاف کر دیتا ہے۔ جب کوئی اُسے پکارتا ہے، تو وہ جواب دیتا ہے، اے میرے بندے میں یہاں ہوں۔ کیا آقا ومالک ہے، یہ صفت تکبر کی نہیں، بلکہ انتہائی محبت کی ہے۔ محبت جو ممتا سے ستر گنا زیادہ ہے۔ متکبر قلب کبھی محبت نہیں کر سکتا۔ ہم جب تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ایسے متکبر حکمران ملیں گے، جنھوں نے انسانیت کا بے رحمی کے ساتھ قتل کیا۔ ہمارے اس دور میں یاجوج وماجوج کی نسل سے تعلق رکھنے والے متکبر حکمرانوں نے ایک ارب سے زیادہ انسانوں کو قتل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ متکبر دل کبھی جنت میں داخل نہیں ہوگا، اور نہ ہی جنت کی خوشبو سونگھ سکے گا۔

قرآنِ کریم سے مثالیں

میں اپنے نقطۂ نظر کو قرآن کی چند آیات کے ذریعے سے واضح کروں گا۔ "جو مصائب کو صبر سے برداشت کرتے ہیں، ہم ان کو لا محدود اجر دیں گے "()۔اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو لوگ صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں، جب ان پر مصائب کا صلہ واجر بے حد وحساب ہو گا اور وہ بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ سبحان اللہ!

وہ اپنے رزق میں سے مفلوک الحال لوگوں، یتیموں اور اللہ کی راہ میں قید کیے جانے والوں کو دیتے ہیں(76:8)۔
اہل ایمان فقط اللہ کی رضا کے لیے لوگوں پر خرچ کرتے ہیں، نہ کہ کسی کو اپنا شکر گزار بنانے کے لیے، نہ صلہ لینے کے لیے، نہ کسی اور وجہ کے لیے۔

جنھوں نے تمہارے لیے مسجد حرام کا راستہ بند کر دیا ہے، اس پر تمہارا غصّہ تمہیں اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم ان کے ساتھ ناروا زیادتیاں کرنے لگو۔ جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں، ان میں سب سے تعاون کرو، اور جو گناہ اور زیادتی کے ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سزا دینے میں بہت سخت ہے (5:2)۔ یہ آیت ہمیں بتاتی ہیں کہ ہم اپنے غصہ کو بے قابو نہ ہونے دیں کہ ہم اپنے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کی مجوزہ سزا کی حد سے بڑھ نہ جائیں۔ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ اگر معاف کر دو تو یہ بہتر ہے۔ مزید اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ ہم اچھے اور نیک کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں اور زیادتی، بدی اور گناہ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہ کریں۔ یہ آیات ہمیں عدل و انصاف کرنے اور معاف و در گزر کرنے کی تعلیم دے رہی ہیں۔

اپنے عہد کی پابندی کرو۔ بے شک عہد کے بارے میں تم سے جواب دہی ہو گی (17:34)۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ایک صاحب ایمان شخص اپنے عہد کو پورا کرے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے عہد پورا کرتا ہے۔ اور ان اہل ایمان سے محبت کرتا ہے، جو اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں۔

کیا تم نے اُس شخص کو نہیں دیکھا جو آخرت کی جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے۔ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے پر نہیں اکساتا۔ پھر تباہی ہے اُن نماز پڑھنے والوں کے لیے، جو اپنی نماز میں غفلت برتتے ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں اور معمولی ضروریات کی چیزیں لوگوں کو دینے سے گریز کرتے ہیں (107:1-7)۔ یہ سورت ہمیں بتاتی ہے کہ جو شخص ایمان سے خالی ہے، وہ یتیموں کا خیال نہیں رکھے گا، نہ غریبوں کو کھانا کھلانے کا خواہش مند ہو گا، اور لوگوں کی عام ضروریات کی چیزوں کو روک لے گا (یعنی وہ ہمدرد ہونے کی بجائے اشیائے ضرورت کا ذخیرہ کرے گا)۔ جبکہ اہل ایمان یتیموں کا خیال رکھتے ہیں، غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور پیسہ بنانے کے لیے لوگوں کی ضروریات زندگی کی چیزوں کو نہیں روکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن کو غور و فکر کرنے والا، پر جوش اور رحم کرنے والا ہونا چاہیے اور وہ یہ کام صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہے۔

مسلمانو! اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو (4:58)۔ یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ مومن قابل اعتماد ہوتا ہے وہ امانت اُس کے مالک کو واپس کرتا ہے، اور عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قابل اعتماد اور انصاف پسند لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ کیونکہ وہ العدل اور الحکم ہے۔

اللہ اہل ایمان کا دوست (حامی و مدد گار) ہے (2:257)۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اہل ایمان کا دوست ہے۔ وہ الوالی ہے اور چاہتا ہے کہ ہم اُس کی مخلوق کا خیال رکھیں۔ حتیٰ کہ تفریح کی خاطر ہمیں جانوروں کو مارنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ اللہ اپنی ساری مخلوقات سے محبت کرتا ہے۔

اے اہل ایمان، اللہ سے ڈرو اور سچ بولو (33:70)۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اہل ایمان کو حکم دیتے ہیں کہ ہم سچ بولیں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود الحق ہیں۔ اور اِس بات کو پسند کرتے ہیں کہ اہل ایمان ہمیشہ قول و فعل کے سچے اور راست باز ہوں۔ اگرچہ وہ بات خود اُن کے خلاف یا اُن لوگوں کے خلاف ہو، جن سے وہ محبت کرتے ہوں۔

اہل جنت اہل دوزخ سے سوال کریں گے کہ کیا چیز تم کو یہاں لائی؟ وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور بھوکے کو کھانا نہیں کھلاتے تھے (74:40-44)۔ پنجگانہ نماز ہمیں گناہوں سے بچنے میں مدد دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ہم ہمدرد، مہربان اور محبت کرنے والے ہوں اور غریبوں کو کھانا کھلانا پسند کریں۔ کیونکہ اللہ اپنی مخلوق کو کھانا کھلانا پسند کرتا ہے۔

تم میں سے جو لوگ صاحبِ فضل و مقدرت ہیں وہ اِس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ فی سبیل اللہ اپنے رشتہ داروں، مساکین اور مہاجرین کی مدد نہیں کریں گے۔ اُنہیں چاہیے کہ معاف کردیں اور درگزر سے کام لیں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے۔ اللہ کی یہ صفت ہے کہ وہ غفور اور رحیم ہے (24:22)۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے عزیز مسطح کا وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ وہ اُسے باقاعدگی سے وظیفہ دیا کرتے تھے۔ مسطح عبداللہ بن اُبی کے ساتھ مل کر، حضرت ابو بکرؓ صدیق کی بیٹی ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے خلاف ہرزہ سرائی میں پیش پیش تھا۔ جب اللہ نے انہیں بری کر دیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عہد کیا کہ وہ اس کا وظیفہ بند کردیں گے۔ قرآن پاک کی آیت نازل ہوئی، جس میں اُنہیں تلقین کی گئی کہ وہ اُس کا وظیفہ نہ روکیں بلکہ معاف کردیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی قسم توڑی اور وظیفہ میں اضافہ کر دیا۔ اِس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اِس بات کو پسند کرتے ہیں کہ اہل ایمان کسی کے خلاف اپنے دل میں رنجش نہ رکھیں، بلکہ معاف کر دیں، اور نہ ہی اپنے رشتہ داروں اور دوست احباب سے قطع تعلق کریں بلکہ صلہ رحمی سے کام لیں۔

سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ اور تفرقہ میں نہ پڑو (3:103)۔ اللہ تعالیٰ اِس بات کو پسند کرتے ہیں کہ اہل ایمان اپنے درمیان اتحاد پیدا کریں۔ ہم صرف اوصافِ الٰہی، قرآنِ کریم، اور سنتِ رسولؐ پر عمل پیرا ہو کر متحد اور انسانیت کے ہمدرد ہو سکتے ہیں۔

اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، پھر اُس کے لیے اللہ ہی کافی ہے(65:3)۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ہمارے وارث ہیں اور جو کوئی اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے،اُس کے لیے اللہ کافی ہوتا ہے۔ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ جب میری دعا قبول ہو جاتی تو میں خوش ہوتا اور اگر میری دعا قبول نہ ہوتی تو میں دس گنا زیادہ خوش ہوتا،اس کی وجہ یہ تھی کہ دعا اس کی پسند تھی،اور اسے نہ دینا اللہ کی پسند تھی، جس پر اسے زیادہ بھروسہ ہے۔ سبحان اللہ

حدیث سے مثالیں:

جریر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت کے حصار سے باہر رہیں گے جو دوسروں پر رحم نہیں کرتے۔(مسلم، کتاب الفضائل Ref#9,6030)ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو دوسروں پر ترس کھاتے ہیں اور اُن پر رحم کرتے ہیں، رحیم ربّ اُن پر رحم کرے گا(سنن ابو داؤد، Ref#7,4941)۔

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: پچھلے زمانہ میں موت کا فرشتہ ایک آدمی کی روح قبض کرنے آیا اور اُس نے مرتے ہوئے شخص سے پوچھا، ''کیا تم نے کوئی نیک اعمال کیے ہیں؟''اُس نے کہا اُسے کوئی نیک عمل یاد نہیں۔ فرشتے نے کہا: ''سوچو۔''اُس نے اپنے اعمال کو یاد کرنے کی کوشش کی، اور کہا کہ اُسے اپنا کوئی نیک عمل یاد نہیں۔ ہاں البتہ وہ ایک تاجر ہے، اگر کسی امیر آدمی کے پاس نقد رقم نہیں ہوتی تو وہ اُس کی ادائیگی کے لیے اُسے مہلت دے دیتا اور اگر کوئی غریب آدمی ہوتا تو وہ اپنی رقم کے مطالبہ سے دستبردار ہو جاتا تھا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کہا: تم ایک انسان ہوتے ہوئے اپنے مطالبہ سے دستبردار ہو جاتے تھے اور میں رزاق ہو کر تمھیں کیوں معاف نہ کروں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُسے معاف کر دیا اور اُسے اپنی جنت میں داخل کر دیا(مسند احمد نمبر Ref#10, 17064)۔ ہمدردی اور رقم کے مطالبہ سے دستبرداری کی وجہ سے اُس نے جنت حاصل کر لی۔ محبت وشفقت اور ہمدردی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اوصاف ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک طوائف کو اِس لئے معاف کر دیا، کیونکہ جب وہ ایک کنویں کے پاس کھڑی تھی، اُس نے ایک کتا دیکھا جو پیاس سے مر رہا تھا۔ اُس نے اپنی جرابیں اتاریں اور اُنہیں اپنی چادر سے باندھ کر کتے کے لیے پانی نکالا اور اُسے پینے کے لیے دیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُس کی جانور کے ساتھ ہمدردی و رحم کے عمل پر اُسے معاف کر دیا(بخاری، کتاب بدء الخلق، نمبر Ref#11,3467)۔ اگر کتے کی جگہ ایک انسان ہوتا تو اِس عمل کا کتنا وزن ہوتا؟ نبیؐ نے فرمایا اللہ اپنے اُس

بندے کی اُس وقت تک مدد کرتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔ یعنی شفیق، رحمدل، سخی وغیرہ، کو اللہ کی مدد حاصل ہوتی ہے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا، جس شخص میں تین خوبیاں ہوں گی وہ یوم محشر (قیامت) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت کے سائے میں ہوگا اور جنت میں داخل کیا جائے گا۔

1) جو کمزور لوگوں کے ساتھ شائستگی سے پیش آتے ہیں۔

2) جو اپنے والدین کے ساتھ شفقت سے پیش آتے ہیں۔

3) جو غلاموں اور ماتحت لوگوں سے مہربانی کا سلوک کرتے ہیں (جامع الاصول، جز9، نمبر 7312، Ref#13)۔

شفقت و محبت، رحم اور سخاوت و فراخ دلی وغیرہ، وہ اوصاف ہیں، جن کے ذریعے آدمی جنت میں داخل ہو سکتا ہے۔

مکہ میں رسول اللہؐ جب ایک گلی سے گزرتے تو ایک بڑھیا آپؐ پر گندگی پھینک دیا کرتی۔ ایک دن اُس گلی سے گزرتے ہوئے جب آپؐ پر گندگی نہ گری، تو آپؐ نے اُس کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ کو بتایا گیا کہ وہ بیمار ہے۔ آپؐ اُس کی عیادت کے لیے اُس کے گھر گئے۔ اِس کا اتنا اثر ہوا کہ اُس نے اسلام قبول کر لیا۔ شفقت، معافی ودر گزر۔

ایک دن رسول اللہؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ مسجد میں داخل ہونے والا اگلا شخص جنتی ہے جو شخص مسجد میں داخل ہوا، وہ حضرت سعدؓ تھے۔ اگلے دن رسول اللہؐ نے پھر فرمایا کہ اگلا شخص جو مسجد میں داخل ہوگا وہ جنتی ہے۔ جو شخص مسجد میں داخل ہوا، وہ حضرت سعدؓ تھے۔ تیسرے دن پھر آپؐ نے فرمایا کہ اگلا شخص جو مسجد میں داخل ہوگا وہ جنتی ہے۔ اس دفعہ بھی جو شخص مسجد میں داخل ہوا وہ حضرت سعدؓ تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فیصلہ کیا کہ وہ چند دن حضرت سعدؓ کے ہاں قیام کریں گے، تا کہ معلوم کریں کہ وہ کون سی خاص عبادت ہے جو حضرت سعدؓ کرتے ہیں۔ اُنہوں نے تین دن اُن کے ساتھ قیام کیا۔ اور دیکھا کہ وہ وہی کچھ کرتے ہیں، جو دوسرے صحابہ کرامؓ کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے حضرت سعدؓ کو اُن کے ہاں اپنے قیام کی وجہ بتاتے ہوئے بتایا، جو رسول اللہؐ نے اُن کے بارے میں فرمایا تھا۔ پھر اُنہوں نے اُن سے پوچھا کہ وہ کون سا خاص عمل کرتے ہیں جس کی وجہ سے اُنہیں یہ اعزاز حاصل ہوا۔ حضرت سعدؓ نے جواب دیا، آپ نے اُنہیں عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر اُنہوں نے تھوڑے توقف کے بعد کہا، کہ وہ ہر رات سونے سے پہلے ہر اُس شخص

کو معاف کر دیتے ہیں، جس نے اُن کے حقوق کی پامالی کی ہو۔ وہ جنت میں اس لیے جا رہے ہیں، کہ اُنھوں نے معاف کرنے کی خوبی حاصل کر لی تھی۔

ایک صحابیؓ حمص، شام میں گئے اور کریانہ کی دکان کھولی۔ ایک دن ایک عیسائی دکان پر آیا، اس نے کہا کہ وہ کچھ اناج خریدنا چاہتا ہے۔ صحابیؓ نے اُسے بتایا کہ سڑک کے پار وہ جو دکان ہے، اُس کا مالک ایک عیسائی ہے، اور اُنھوں نے محسوس کیا ہے کہ آج کسی شخص نے اُس سے خریداری نہیں کی ہے۔ میں نے اپنے بچوں کو کھلانے کے لیے کافی کما لیا ہے۔ براہ مہربانی اُس کی دکان سے خریداری کر لیجیے۔ لہٰذا وہ عیسائی اُس عیسائی کی دکان پر گیا اور سامان خریدا۔ کچھ دیر بعد وہ شخص واپس صحابیؓ کی دکان پر آیا۔ صحابیؓ نے پوچھا کیا اُسے وہ نہیں ملا جس کو وہ تلاش کر رہا تھا؟ اُس نے کہا اُسے وہ چیز مل گئی ہے، جس کی اُسے تلاش تھی، لیکن کوئی اور چیز ہے جسے وہ لینا چاہتا ہے۔ صحابیؓ نے پوچھا کہ وہ کیا لینا چاہتا ہے؟ اُس نے کہا کہ اُسے وہ ایمان اور عقیدہ چاہیے جو اُس کے پاس ہے۔ صحابیؓ نے کہا: جلدی نہ کرو، عقیدے کو وقت دو۔ آدمی نے جواب دیا، نہیں، مجھے یہ ایمان چاہیے، اگر حضرت محمدؐ کے محض ایک صحابیؓ کا کردار ایسا ہے تو خود حضرت محمدؐ کا کردار کیسا ہو گا۔ یہ ہے دوسروں کے لیے محبت و شفقت جسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ پسند کرتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت ابو ذرؓ نے حضرت بلالؓ سے کہا، اے کالی ماں کے بیٹے، حضرت بلالؓ نے بُرا محسوس کیا اور حضورؐ کو اِس واقعہ کی اطلاع دی۔ رسول اللہؐ نے حضرت ابو ذرؓ کو بلایا اور فرمایا، اے ابو ذر، آپ وہ آدمی ہو جس میں اب بھی جہالت کی خصلتیں ہیں، اسلام سے پہلے کی خصلتیں۔ پھر آپؐ نے ایک گہری بات فرمائی، اے ابو ذر! میں (محمدؐ) ایک سیاہ عورت کا اتنا ہی بیٹا ہوں جتنا میں ایک سفید عورت کا بیٹا ہوں۔ نبیؐ کو (حبشی عورت) حلیمہؓ نے دودھ پلایا تھا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سیاہ و سفید کو پیدا کیا ہے، اور وہ دونوں سے برابر محبت کرتا ہے، اور چاہتا ہے کہ ہم بھی اُنھیں برابر کا پیار دیں۔ ایک اور حدیث کے مطابق رسول اللہؐ نے فرمایا، جو کوئی جہالت کی پکار کو پکارتا ہے (عصبیت، نسب، نسل اور فرقہ وغیرہ) وہ جہنم کی آگ میں جائے گا۔ صحابہؓ نے سوال کیا، اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو؟ حضورؐ نے فرمایا، اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو۔ اللہ نے تمام انسانوں کو برابر پیدا کیا ہے۔ کسی کو حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے کی تذلیل کرے۔ یہ بات ہمیں سبق دیتی ہے کہ ہم انصاف پسند، دوسروں کا خیال رکھنے والے اور ہمدرد بنیں۔ یہ وہ اوصاف ہیں جنھیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ پسند کرتے ہیں۔

دوسری مثالیں

ایک دن صلاح الدینؒ بارش میں بھیگتے ہوئے حجاج کرام سے ملنے کے لیے گئے۔ موسم سرد تھا اور بارش ہو رہی تھی۔ جب صلاح الدین واپس آئے تو بیمار ہو گئے۔ اور دن بہ دن اُن کی حالت ابتر ہوتی گئی۔ العماد کہتے ہیں کہ جب صلاح الدین بیمار تھے، تو وہ اُن کے ساتھ تھے، اور وہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جب بھی صلاح الدین کی حالت پہلے سے زیادہ خراب ہوتی تو اُن کا اللہ کی رحمت پر بھروسہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جاتا۔ وہ کہتے ہیں، جیسے جیسے صلاح الدین کمزور ہوتا گیا، اُس کا اللہ پر ایمان بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ جب وہ بہت کمزور ہو گئے اور مسجد میں نہیں جا سکتے تھے، تو وہ باجماعت نماز ادا کرنے پر اصرار کرتے۔ دو آدمی اُنہیں مسجد تک اٹھا کر لے جاتے۔ نویں دن صلاح الدینؒ بے ہوش ہو گئے۔ شیخ جعفر بتاتے ہیں کہ، وہ اُن کے سرہانے بیٹھ کر تلاوتِ قرآن کیا کرتے تھے، اور جب وہ اِس آیت پر پہنچے، "وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے اور اُس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، جو اَن دیکھی چیزوں کو جانتا ہے" (59:22)۔ صلاح الدین نے بے ہوش کی حالت میں اپنی نحیف آواز میں کہا "یہ سچ ہے"۔ شیخ جعفر بتاتے ہیں کہ اُنہوں نے صلاح الدینؒ کے سرہانے تین دن تک قرآنِ پاک کی تلاوت کی اور آخری دن جب ان کا انتقال ہوا تو وہ اُسی آیت کریمہ پر پہنچے تھے، "اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور اس پر میرا بھروسہ ہے" (9:129)۔ اُس نے دیکھا کہ صلاح الدینؒ کا چہرہ روشن اور پر نور ہو گیا اور اُنہوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور اِس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ ابن شداد کہتے ہیں کہ خلفائے راشدین کے انتقال کے بعد مسلمانوں کے لیے یہ ایک عظیم سانحہ تھا۔ اُن کا ایک پیغمبر کی طرح سوگ منایا گیا۔ اہل ایمان اِن سے محبت کرتے تھے، غیر مسلم اُن سے محبت کرتے تھے، نیکو کار اُن سے محبت کرتے تھے اور سیاہ کار اُن سے محبت کرتے تھے۔ وہ ایک عادل حکمران تھے۔ اِس بادشاہ نے اپنے پیچھے کیا چھوڑا؟ ایک دینار اور 47 درہم، کچھ ہتھیار اور ایک گھوڑا پیچھے چھوڑا۔ اہم بات یہ ہے کہ اُس نے اپنے پیچھے کردار کا ایک ورثہ چھوڑا۔ اُنہوں نے اُسے اُس کی تلوار کے ساتھ دفن کیا، تاکہ یوم جزا جب وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سائے تلے اپنی تلوار کے سہارے کھڑے ہوں، تو لوگ اُن کو پہچان لیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے، جو عادل و منصف ہوں۔

ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید نے ایک مسجد تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔ اُس نے حکم دیا کہ اُس کے سوائے کوئی شخص مسجد کی تعمیر میں حصہ میں نہیں ڈالے گا۔ ایک مزدور جو اپنی ایک دن کی کمائی چندہ میں دینا چاہتا تھا لیکن سخت حکم کی وجہ سے اُس کا چندہ قبول کرنے سے انکار کر دیا گیا۔ مزدور نے کچھ اینٹیں خریدیں اور اُنہیں خلیفہ کی اینٹوں میں ملا دیا۔ اُس عظیم مسجد کی تعمیر مکمل ہو گئی، جس میں مزدور کی اینٹیں بھی شامل تھیں، جنہیں اُس

نے خفیہ طور پر دوسری اینٹوں میں ملادیا تھا۔ خلیفہ نے ایک دن خواب دیکھا کہ وہ جنت میں ہے اور وہاں دو شاندار محل ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اُس نے پوچھا "یہ کس کا محل ہے؟" اُسے بتایا گیا کہ یہ آپ کا محل ہے۔ پھر اُس نے دوسرے محل کے متعلق استفسار کیا۔ اُسے بتایا گیا کہ یہ محل اُس مزدور کا ہے جو چند اینٹوں کا حصہ ڈال کر مسجد کی تعمیر میں شامل ہو گیا تھا۔ اگلے دن ہارون الرشید نے مسجد کو شہید کرنے کا حکم دیا، اور اُس کی دوبارہ تعمیر شروع کی۔ اِس دفعہ اُس نے ہر ایک کو اُس میں حصہ ڈالنے کی اجازت دے دی۔ اُس نے اپنے خواب سے یہ سبق سیکھا کہ اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ لوگوں پر اپنی رحمت و نوازشات کی بارش کرنا چاہتے ہیں تو وہ روکنے والا کون ہوتا ہے۔

ایک حدیث نبوی میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جو کوئی اپنے ساتھی ایمان والے کی شدید ضرورت میں مدد کرتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ یوم جزا اُس کے عذاب کو ختم کر دیں گئے۔ اے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم آپ سے استدعا کرتے ہیں ہمیں بھی ضرورت مندوں کی مدد کرنے کے جذبے کے ساتھ نرم خو، شفیق اور رحم دل بنادے۔ آمین!

آزمائشوں کا مقصد

اِس دنیا میں آزمائشوں کا مقصد ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اوصاف حاصل کرنے کے قابل بنانا ہے۔ انسانوں میں یہ اوصاف پیدا کرنے کے لیے، سارے لوگ برابر نہیں ہو سکتے۔ اگر سب ایک جیسے بنا دیئے جاتے تو ہمارے اندر محبت و ہمدردی کا وصف پیدا نہ ہوتا۔ اگر حاجت مند نہ ہوتے، تو ہم میں رحم و سخاوت کے خواص پیدا نہ ہوتے۔ اگر کوئی ہمارے حقوق پامال نہ کرتا، تو ہم میں صبر، معافی اور در گزر کے اوصاف پیدا نہ ہوتے۔ اگر لوگوں کے درمیان تنازعہ نہ ہو، تو ہم میں عدل کا وصف پیدا نہ ہوتا۔ اگر کمزور اور طاقتور نہ ہوتے، تو ہم میں کمزور کے دفاع اور سرپرستی کے اوصاف پیدا نہ ہوتے۔ اگر کوئی ہم پر زیادتی نہ کرتا، تو ہم میں ظالم کو زیر نگیں کرنے، امن بحال کرنے اور حکم کے اوصاف پیدا نہ ہوتے۔ اگر جھوٹے نہ ہوتے، تو راست باز ہونے کا تصور بے معنی ہوتا۔ اگر نفرت نہ ہوتی، تو ہم میں محبت کی صفت پیدا نہ ہوتی، وغیرہ وغیرہ۔

اے لوگو! جب ایک ماں اپنے بچے کو اُوپر والی منزل کی کھڑکی سے باہر کودنے نہیں دیتی۔ ایک ماں اپنے بچے کو سکول جانے پر مجبور کرتی ہے، اور اپنے بچے کو جلدی سونے اور جلدی اٹھنے پر مجبور کرتی ہے، تاکہ سکول سے لیٹ نہ ہو۔ ایک ماں اپنے بچے کو کھیلنے اور ٹی وی دیکھنے سے روکتی ہے، جب تک وہ سکول کا کام نہیں کرلیتا۔ اگرچہ وہ اُس سے محبت کرتی ہے، اُس کا خیال رکھتی ہے، پھر بھی وہ اُس سے مشقت کرواتی ہے۔ کیوں؟ کیونکہ وہ سمجھتی ہے کہ یہ اُس کے مستقبل کے لیے ضروری ہے۔ دوسری طرف بچہ اِس کے برعکس

سوچتا ہے۔ ہم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ ہمارا ربّ ہمیں جہنم کی آگ میں گرنے کے لیے چھوڑ دے گا۔ ہمارا رحیم ربّ ہمیں ماؤں سے ستر گنا زیادہ محبت کرتا ہے۔ وہ ہمیں اِس دنیا میں مشقت میں مبتلا کر کے آزماتا ہے تاکہ ہم اس دنیا کے امتحان میں کامیاب ہو جائیں اور اپنے کردار میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اوصاف پیدا کر لیں۔ وہ ہمیں سزا یا مصیبت میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن اِس دنیا کے امتحان ہمارے اندر ایمان اور اللہ کے اوصاف کی تعمیر کے لیے ضروری ہیں۔ تاکہ اہلِ ایمان اور حق کو جھٹلانے والوں میں امتیاز ہو سکے۔ اہلِ ایمان خیال رکھنے والے، محبت کرنے والے، رحم کرنے والے، مہربانی کرنے والے، معاف کرنے والے، عدل کرنے والے اور بہت سے دوسرے اوصاف والے ہیں، یہ جنت کے مکین ہوں گے۔ جہاں یہ جھوٹ نہیں سنیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے امن وآمان سے رہیں گے۔ کافر جھوٹ بولنے والے، فتنہ وفساد پیدا کرنے والے، تکبر کرنے والے، دوسروں سے گستاخی کرنے والے، اپنے گناہوں پر نہ پچھتانے والے ہیں۔ جو جہنم کی آگ کے باسی ہوں گے، کیونکہ یہ جہاں جاتے ہیں، ہم آہنگی ویگانگت کو برباد کر دیتے ہیں۔ جہنم کی آگ اِن کا دائمی مسکن ہوگی۔

سنن ابن ماجہ میں ایک حدیث میں مروی ہے کہ کسی نے نبیؐ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ آزمائشیں کس پر آئیں؟ نبیؐ نے کہا کہ نبیوں پر، پھر نیک لوگ، پھر اُس سے کم اور پھر اُس سے کم (سنن ابن ماجہ، باب الصبر، نمبر 4023، Ref#14)۔ آدمی کو اُس کے ایمان کے حساب سے آزمایا جائے گا۔ جتنا ایمان زیادہ اُتنی بڑی آزمائشیں، جتنا ایمان کم اتنی کم آزمائشیں ہوں گی۔ یہ ایسا ہے جیسے کوئی نرسری کا امتحان دیتا ہے اور دوسرا پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھتا ہے، کوششیں مختلف ہوں گی۔ درجہ جتنا زیادہ بڑا ہوگا محنت اور کوشش اتنی زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ اسی طرح جتنی بڑی جنت اتنی بڑی آزمائش۔ اے اہلِ ایمان! آؤ ہم محبت وشفقت کرنے والے، رحم کرنے والے، مہربانی کرنے والے، معاف کرنے والے، عدل کرنے والے، کمزور اور ناتواں کی حفاظت اور دفاع کرنے والے، عقل ودانش والے، سخاوت والے، امن پسند، راست باز، صداقت کے علمبردار اور محبت وپیار کرنے والے بن جائیں۔

انسانیت پر اللہ کے رنگوں کے اثرات

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ یوم حساب وہ لوگ کامیاب ہوں گے جو سچا ایمان رکھتے ہیں، نیک عمل کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اِن سے بہت محبت کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! اللہ نے نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال میں رسول اللہؐ سے کہا کہ جس چیز کا آپؐ کو حکم دیا گیا ہے، آپ اُس پر قائم رہیں، بہت جلد

آپؐ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بے مثال محبت حاصل ہو گی۔ رسول اللہؐ کو جو کام کہا گیا تھا، آپ نے اُسے جاری و ساری رکھا جس کے نتیجہ میں آپؐ کو ایسی عزت اور محبت ملی، جس کی ہمسری نہ پہلے کبھی دیکھی گئی اور نہ دوبارہ دیکھی جائے گی۔ آپ سے اللہ کی محبت کا اظہار اسراء و معراج کا سفر تھا۔ پاک ہے جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے تا کہ اُسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرادے، حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا (17:1)۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے آپؐ کے لیے ناقابل یقین محبت کا اظہار تھا۔ آپؐ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ایسی قُربت حاصل ہوئی جو اِس سے پہلے کسی کو حاصل نہیں ہوئی، نہ اُن فرشتوں کو جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا تخت اٹھائے ہوئے ہیں اور نہ ہی حضرت جبرائیلؑ کو۔ کیونکہ آپؐ نے انسانوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی بہترین عکاسی کی۔

ایک دفعہ ایک میدانِ جنگ میں لڑتے ہوئے حضرت علیؓ نے اپنے مخالف کو نیچے گرادیا، آپؓ اُس کی گردن کاٹنے ہی والے تھے کہ اُس کافر نے آپؓ کے چہرے پر تھوک دیا۔ حضرت علیؓ نے اُسے چھوڑ دیا۔ کافر نے پوچھا کہ اُنہوں نے اُسے کیوں چھوڑا؟ حضرت علیؓ نے کہا میں تجھے اللہ کی خاطر قتل کرنے لگا تھا، کیونکہ تم مسلمانوں کے خلاف لڑرہے تھے، لیکن جب تم نے میرے چہرے پر تھوکا تو میرے دل میں تمہارے خلاف بغض پیدا ہو گیا تھا، اور میں نے تمہیں اس لیے قتل نہیں کیا، کیونکہ میں ڈر گیا تھا کہ کہیں اللہ میرا اس بات پر حساب نہ لے لے۔ یہ آپؓ کی شخصیت پر اللہ کے اوصاف کا اثر تھا۔

ایک یتیم بچہ رسول اللہؐ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ وہ اپنے باغ کے گرد چار دیواری کرنا چاہتا ہے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ایک کھجور کا درخت ایک دوسرے مسلمان کی ملکیت ہے اور وہ کھجور کا درخت بیچنا نہیں چاہتا۔ آپؐ نے اُس مسلمان کو بلایا جو کہ منافق تھا۔ اور آپؐ نے اُسے کہا کہ وہ درخت بیچ دو، اور اُس سے جنت میں ایک کھجور کے درخت کا وعدہ بھی کیا، جس کے سائے میں سفر ایک سو سال تک کا ہو گا۔ منافق نے انکار کر دیا، کیونکہ وہ دنیا سے محبت کرتا تھا۔ حضرت ابو دحداحؓ وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے آپؐ سے کہا کہ اگر وہ یہ درخت خرید لیں تو کیا جنت میں اُنہیں یہ درخت مل جائے گا۔ آپؐ نے کہا، ہاں۔ ابو دحداحؓ اُس منافق کے پاس گئے اور اُسے کہا کہ وہ درخت اُسے بیچ دے۔ اُس نے کہا کہ اُس نے رسول اللہؐ کو نہیں بیچا تو تمہیں کیوں بیچوں۔ اُنہوں نے اُس سے سوال کیا۔ کیا وہ اُسے جانتا ہے اور کیا وہ اُس کے باغ کے متعلق بھی جانتا ہے۔ منافق نے کہا ابو دحداحؓ آپ کو کون نہیں جانتا اور آپ کا باغ تو سب سے خوبصورت باغ ہے، جس میں چھ سو کھجور کے درخت ہیں اور اِس کے وسط میں ایک محل ہے۔ ابو دحداحؓ نے اُسے کہا کہ وہ اُسے وہ کھجور کا درخت

اُس کے باغ کے بدلے میں دے دے۔ منافق نے بے ساختہ کہا، کیا تم اُس کے ساتھ مذاق کر رہے ہو؟ ابو دحداحؓ نے اُسے کہا کہ آزما کر دیکھ لو۔ اُنہوں نے کھجور کے اُس درخت کے عوض اپنے باغ کو بیچ دیا۔ ابو دحداحؓ واپس رسول اللہ ؐ کو بتانے کے لیے آئے کہ اُنھوں نے کھجور کا درخت خرید لیا ہے۔ لیکن اُس وقت تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ وحی کے ذریعے ابو دحداحؓ کے سودے کے بارے میں رسول اللہ ؐ کو بتا دیا تھا۔ رسول اللہ ؐ نے فرمایا کیا کمال کا سودا کیا ہے تم نے۔ آپؐ نے اُنہیں بتایا کہ اُنہوں نے اُس سے ایک کھجور کے درخت کا وعدہ کیا تھا، اور اب آپؐ اُس کی جنت کو کھجور کے درختوں سے بھرا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ وہ باغ کے پاس گئے اور اپنی بیوی کو باغ سے باہر آنے کو کہا۔ اُس نے پوچھا کیوں؟ اُنہوں نے بتایا کہ اُس نے باغ کو جنت میں کھجوروں کے درخت کے عوض بیچ دیا ہے۔ اُس کی بیوی نے کہا کہ کیا کمال کا سودا کیا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے اپنی باقی ماندہ زندگی قدرے غربت میں گزاری۔ یہ اثر ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر یقین و اعتماد کا۔ یہ تب ہی ہوتا ہے جب ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اوصاف اپنا لیتے ہیں اور اُس کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگ لیتے ہیں۔

حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانے میں دو آدمی ایک نوجوان کو دھکیلتے ہوئے آپؓ کی عدالت میں لائے۔ حضرت عمرؓ نے اِن سے سوال کیا کہ کیا ہو رہا ہے، تم لڑکے کو عدالت میں کیوں لائے ہو؟ اُنہوں نے کہا کہ اِس لڑکے نے اِن کے باپ کو قتل کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے لڑکے سے سوال کیا کہ کیا اُس نے فی الواقع اِن کے باپ کو قتل کیا ہے؟ لڑکے نے اقرار کیا کہ اُس نے اُن کے باپ کو قتل کیا ہے، مگر یہ ایک حادثہ تھا۔ اُس نے بتایا کہ اُس کا اونٹ اکثر اِن لوگوں کی زمین میں چلا جاتا تھا۔ اُس دن اُن کے باپ نے پتھر اٹھا کر اونٹ کی آنکھ پر دے مارا، اونٹ کو اذیت میں دیکھ کر وہ مشتعل ہو گیا اور اُس نے ایک پتھر اُٹھا کر اِن کے والد کی طرف پھینکا، جو اُس کے سر پر لگا اور اُس سے اُس کی موت واقع ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے دونوں بھائیوں سے کہا کہ وہ اِس حادثہ کے لیے اِس نوجوان کو معاف کر دیں؟ اُنہوں نے کہا نہیں، اُنہیں بدلہ چاہیئے اور نہ ہی وہ قصاص قبول کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے لڑکے سے پوچھا کہ کیا اُس کی کوئی وصیت یا کوئی آخری خواہش ہے، جس کی وہ درخواست کرنا چاہے گا؟ لڑکے نے کہا ہاں، اس نے کہا کہ جب اُس کے والد کا انتقال ہوا، تو اُس نے اُس کے چھوٹے بھائی کے لیے کچھ رقم اپنے پیچھے چھوڑی تھی۔ اُسے تین دن کی مہلت دی جائے تاکہ وہ واپس جا کر اُس دولت کو جہاں اُس نے چھپائی ہے اُسے وہاں سے نکال کر اِس بات کو یقینی بنا سکے کہ سزائے موت سے پہلے وہ دولت اِس کے بھائی کو مل جائے۔ حضرت عمرؓ نے سوچا کہ یہ کہانی گھڑ رہا ہے۔ کون سا باپ، کون سا بھائی اور کون سی دولت؟ نوجوان نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اُس پر اعتماد کریں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ اُس پر اعتماد

کر لیں گے مگر اُسے اپنی طرف سے ضامن تلاش کرنا ہو گا۔ جو اِس بات کی ضمانت دے گا کہ تم واپس آؤ گے۔ نوجوان نے لوگوں کی بھری عدالت کی طرف دیکھا اور کہا کہ ہے کوئی، جو آج کے دن اُس کی مدد کرے؟ سب نے اپنا سر جھکا دیا، کوئی بھی لڑکے کی خاطر اپنی گردن کو داؤ پر لگانا نہیں چاہتا تھا، کیونکہ اگر لڑکا واپس نہیں آیا تو اُسے لڑکے کی جگہ قتل کر دیا جائے گا۔ پھر عدالت کے پیچھے سے حضرت ابو ذر غفاریؓ نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور کہا کہ میں لڑکے کا ضامن ہوں۔ لڑکے کو جانے کی اجازت دے دی گئی۔ تیسرے دن دونوں بھائی حضرت ابو ذر کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آئے۔ اُنہوں نے کہا کہ دن سورج غروب ہونے پر ختم ہوتا ہے۔ غروب آفتاب کے قریب لوگ، دونوں بھائی اور حضرت ابو ذرؓ کے ساتھ عدالت کی طرف جا رہے تھے یہ دیکھنے کے لیے کہ کیا ہوتا ہے؟ لوگ پریشان تھے، بے چینی بڑھ رہی تھی کہ لڑکے کی غلطی کی وجہ سے حضرت ابو ذرؓ اپنی جان کی قربانی دیں گے۔ ٹھیک مغرب کی اذان سے چند منٹ پہلے لڑکا ہانپتا ہوا عدالت میں داخل ہوا۔ لوگ بہت خوش ہوئے کیونکہ حضرت ابو ذرؓ نبی پاکؐ کے عظیم صحابہ میں سے ایک تھے۔ حضرت عمرؓ نے لڑکے سے پوچھا کہ اُسے کون سی چیز واپس لائی؟ کیونکہ اُس کا کوئی پیچھا نہیں کر رہا تھا۔ اُس نے کہا کہ وہ اِس لیے واپس آیا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی یہ کہے کہ مسلمان نے وعدہ کیا اور اُسے پورا نہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو ذر غفاریؓ کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ اُنہیں کس چیز نے لڑکے کا ضامن بننے پر اکسایا۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ نے کہا کہ ایک مسلمان ضرورت مند تھا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ کل کوئی یہ کہے کہ ایک مسلمان ضرورت مند تھا اور کوئی اُس کی مدد کے لیے نہیں آیا۔ دونوں بھائیوں نے کہا کہ جب ہمارے پاس اِس طرح کے لوگ ہیں، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک مسلمان معافی کا طلب گار ہو، اور اُسے کوئی معاف کرنے والا نہ ہو۔ اُنہوں نے لڑکے کو معاف کر دیا۔ یہ اسلام کا ورثہ تھا۔ اے اللہ... ! آج ہم کہاں کھڑے ہیں، اور پھر ہم جسارت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مدد کہیں نظر نہیں آتی۔

ایک عالم فاضل بوڑھا آدمی حج پر گیا۔ اُس نے اپنی تمام رقم ایک بیگ میں رکھی۔ ایک ٹھگ اُس کا بیگ چھین کر فرار ہو گیا۔ تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد چور بینائی سے محروم ہو گیا۔ اُس نوجوان نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ لوگوں کے پوچھنے پر اُس نے اُنہیں بتایا کہ اُس نے کسی کا بیگ چوری کیا ہے، اور اُسے لگتا ہے کہ اُس آدمی نے اُسے بددعا دی ہے جس کی وجہ سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اُس کی بینائی چھین لی۔ لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ وہ آدمی کہاں مل سکتا ہے؟ اُس نے کہا کہ فلاں حجام کی دکان پر ہو گا۔ لوگ اُس عمر رسیدہ آدمی کے پاس گئے اور اُس سے اِستدعا کی کہ اُس نوجوان کو معاف کر دیں۔ بزرگ آدمی نے کہا کہ وہ پہلے ہی معاف کر

چکا ہے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ آپ نے اُسے کیوں معاف کیا جبکہ اُس نے آپ کی ساری قیمتی اشیاء چرا لیں تھیں۔ بُزرگ نے جواب دیا، جب نوجوان میرا بیگ چرا کر بھاگ گیا، تو میرے ذہن میں خیال آیا کہ قیامت کے دن جب میں اپنا مقدمہ اللہ کے سامنے پیش کرتا، تو اِس نوجوان سے پوچھ گچھ ہوتی، اور جب تک فیصلہ نہیں ہوتا، اُس وقت تک ہمارے پیارے نبیؐ جنت میں داخل نہ ہوتے، کیونکہ آپؐ کا فرمان ہے کہ آپؐ اُس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گے جب تک آپؐ کے اُمتیوں کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ بوڑھے شخص نے کہا کہ جتنا وقت اِس کے مقدمہ میں لگتا، رسول اللہؐ کو جنت میں داخل ہونے میں اُتنی دیر ہوتی۔ اِس لیے میں نے اپنا مقدمہ واپس لے لیا۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اُس کے رسولؐ سے محبت کا اثر ہے۔ بغیر اللہ کے اوصاف اپنائے ہم اِس معیار پر پورا نہیں اُتر سکتے۔

یہ اُس وقت کی بات ہے جب رسول اللہؐ مدینہ ہجرت کرنے کا اِرادہ کر رہے تھے۔ تب مدینہ کے لوگوں کے ساتھ آخری مذاکرات ہوئے۔ تہتر انصار (مدینہ کے لوگ) مذاکرات کو آخری شکل دینے کے لیے آئے تھے۔ حضوؐر اپنے چچا حضرت عباسؓ کے ساتھ مذاکرات کے لیے آئے، جو اُس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ رسول اللہؐ کے چچا نے مذاکرات شروع کیے اور کہا کہ یہ میرا بھتیجا محمد ہے، یہ مکہ میں اُن کے ساتھ، یعنی بنی ہاشم کے ساتھ رہتے ہیں۔ جب تک یہ ہمارے ساتھ ہیں ہم آپؐ کی دیکھ بھال کریں گے۔ اب کیا تم اہل مدینہ اِن کی اِسی طرح دیکھ بھال کرو گے۔ انصار، رسول اللہؐ کی طرف متوجہ ہوئے، اور آپؐ سے پوچھا کہ آپؐ اُن سے کیا چاہتے ہیں؟ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ آپؐ اُن سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ آپؐ کا دفاع کریں گے جیسے وہ اپنی عورتوں اور بچوں کا دفاع کرتے ہیں۔ وہ آپؐ پر اچھے اور بُرے وقتوں میں خرچ کریں گے۔ وہ آپؐ کی اطاعت کریں گے خواہ اُنہیں پسند ہو یا نہ ہو۔ وہ نیکی کے کام میں ساتھ دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔ اور مذہب کے معاملات میں اِس بات کی پرواہ نہیں کریں گے کہ لوگ کیا کہتے ہیں، چاہے تمام انسانیت اُن کے خلاف کھڑی ہو جائے۔ جس پر اُن کا ایمان ہے اُس پر وہ ثابت قدم رہیں گے۔ انصار نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ، اگر وہ تمام شرائط کو پورا کر دیں تو اُن کو کیا ملے گا؟ رسول اللہؐ نے فرمایا: جنت۔ کعب بن مالکؓ جو وہاں بیٹھے ہوئے تھے، اُنہوں نے کہا کیا کمال کا سودا ہے۔ رسول اللہؐ اُن سے کہہ رہے تھے کہ اپنی زندگیاں قربان کریں، اپنی دولت دیں، آپؐ کی بات سنیں خواہ پسند ہو یا ناپسند، اور اگر تمام بنی نوع انسان اُن کی مخالف ہو جائیں تب بھی وہ ثابت قدم رہیں گے۔ اگرچہ وہ جنت دیکھ نہیں سکتے تھے، محسوس نہیں کر سکتے تھے، چھو نہیں سکتے تھے۔ لیکن اُن کے نزدیک اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایک حقیقت تھے، جنت ایک حقیقت تھی، وہ اس پر

ایمان رکھتے تھے۔اُن کااللہ سبحانہ وتعالیٰ پر بھروسہ اور ایمان تھا۔ ایسااِس لیے ہوا کہ اوصاف باری تعالیٰ اُن میں راسخ ہو چکے تھے۔وہ آپس میں لڑتے تھے،اسلام کی بدولت بھائی بھائی بن گئے۔

رسولؐ کے صحابی حضرت صہیب رومیؓ ایرانی النسل اور ایک کاروباری آدمی تھے۔اُنہوں نے مدینہ ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا۔ مشرکین نے اُنہیں قتل کرنے کے لیے اُن کا پیچھا کیا۔ صہیبؓ پہاڑی پر چڑھ گئے اور اُن سے کہاکہ اے اہل قریش تم مجھے جانتے ہو، میں تم میں بہترین تیر انداز ہوں،اور اگر تم نے اُوپر چڑھنے کی کوشش کی، تو میں تم کو ایک ایک کر کے تیروں سے قتل کردونگا، یہاں تک کہ میرے تیر ختم ہو جائیں، اور پھر میں اپنی تلوار سے تمہیں مار مار کر گراتا جاؤں گا، یہاں تک کہ میری تلوار ٹوٹ جائے۔ پھر اُنہوں کہا تم جانتے ہو کہ میں ایک کاروباری آدمی ہوں، تمہارے پاس ایک اور راستہ ہے، اگر تم مجھے تنہا چھوڑ دو تو میں تمہیں بتادونگا جہاں میں نے اپنی دولت چھپار کھی ہے، تم اُسے لے لینا۔ اُنہیں معلوم تھا کہ وہ مسلمان ہے اور جھوٹ نہیں بولے گا۔ مشرکین نے اُنہیں چھوڑ دیااور خزانہ حاصل کرنے چلے گئے۔ جب صہیبؓ مدینہ پہنچے۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ، رسول اللہؐ کو اِس سودے کے متعلق قرآن کریم کے ذریعے پہلے ہی بتا چکے تھے جو صہیب رومیؓ نے کیا تھا۔ جب صہیب رومیؓ کمرے میں داخل ہوئے تو رسول اللہؐ صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اللہ کے رسولؐ نے فرمایا "ربح البیع " اے صہیب، کیا کمال کا سودا کیا ہے۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اُس کے رسول سے محبت اور اُن پر اعتماد کا نتیجہ تھا، جس کی وجہ سے دنیا کے ساز وسامان کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اہل ایمان کو بتاتے ہیں کہ: کیا میں تمہاری رہنمائی نہ کروں،ایک کاروبار کی طرف، ایک سرمایہ کاری کی طرف جو تم کو سزا کی اذیت سے بچالے۔ پھر فرمایا "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، میں بتاؤں تم کو وہ تجارت جو تمہیں عذاب الیم سے بچادے؟ ایمان لاؤاللہ اور اس کے رسولؐ پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانو" (61:11)۔ یہ سودا ہم سے تقاضا کرتا کہ ہم اپنی دولت اور اپنی زندگیاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے فدا کردیں۔ لوگوں کا گروہ جو عقل وشعور اتنی اِس چیز کو سمجھ چکا تھا، وہ رسول اللہؐ کے صحابہ کرامؓ تھے۔ صحابہ اُس سطح تک پہنچ چکے تھے جہاں اُن کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایک حقیقت تھے، جنت ایک حقیقت تھی اور وہ جنت کو محسوس کرتے تھے۔ یہ تب ہوتا ہے جب ہم اپنے آپ کو اللہ کے رنگوں میں رنگتے ہیں اور اس کی محبت ہمارے دلوں میں سرایت کر جاتی ہے۔

اویس قرنیؓ صحابیِٔ رسول نہ تھے بلکہ وہ ایک تابعی تھے۔ وہ رسول اللہؐ سے کبھی نہیں ملے۔ پھر بھی رسول اللہؐ نے حضرت عمرؓ کو ایک آدمی کی تفصیلات بتائیں اور کہا کہ وہ اُن کے پاس یمن سے آئے گا، اُس کا نام اویس ہے اور اُس کا تعلق قرن قبیلہ سے ہے۔ جب وہ اُن کے پاس آئے تو اُسے کہنا کہ وہ تمہارے لیے دعا کریں۔ کیوں، کیونکہ وہ اپنی والدہ کا فرمابردار ہے۔ اُن کے مقام کے بارے میں جبرائیلؑ نے رسول اللہؐ کو بتایا تھا۔ اویس قرنیؓ بڑی فرض شناسی کے ساتھ اپنی والدہ کی خدمت گزاری کرتا تھا۔ اُنہوں نے اپنی والدہ سے استدعا کی کہ وہ اُنہیں رسول اللہؐ سے ملنے کے لیے مدینہ جانے کی اجازت دیں۔ اُن کی والدہ نے نہ چاہتے ہوئے اُن کو ایک یا دو دن کے لیے مدینہ جانے کی اجازت دے دی، تاکہ نبی پاکؐ کو مل کر واپس آجائیں۔ اویسؓ نے یمن سے مدینہ کا سفر کیا (جو ایک ماہ کا سفر تھا)، تاکہ نبیؐ سے ملاقات ہوسکے۔ جب وہ مدینہ پہنچے تو آپؐ مدینہ میں نہ تھے۔ اُس کے پاس دو راستے تھے، ایک رسول اللہؐ سے ملنے کے لیے اور اُن کے صحابی بننے کے لیے مدینہ میں اپنے قیام کو طول دیں یا اپنی والدہ کی اطاعت کریں۔ اُنہوں نے دوسرے راستے کا انتخاب کیا، یعنی اپنی والدہ کی اطاعت کرنا اور خدمت کرنا جو کہ واجب ہے، اور انہوں صحابی بننے کا موقع ضائع کردیا۔ یہ واقعہ ہمیں بتاتا ہے کہ ہمیں اپنے والدین کے ساتھ محبت و احترام کا سلوک کرنا چاہیے۔ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حکم ہے۔ جنت کا ایک دروازہ ہے، جہاں سے وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جنہوں نے اپنے والدین کی اطاعت کی، اُن سے محبت کی اور اُن کا احترام کیا۔ وہ یوم حساب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سائے میں ہوں گے اور اُن کا گھر جنت میں ہو گا۔

مقصد حیات کا نچوڑ

اختصاراً اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں: اے انسانو! تم صرف میرے اوصاف اپنا کر، مجھ سے محبت، میرے احکام پر عمل اور میری طرف رجوع کرکے دنیا و آخرت میں سکون پاسکو گے۔ اگر تم نے اس بات کی مخالفت جاری رکھی تو میں اِس دنیا میں تمہاری زندگی کو ایک مشکل زندگی بنادوں گا (یعنی تمہارا سکون چھین لوں گا۔ اے مسلمانو! ہمارے محبوب رسول اللہؐ جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور نماز کے لیے کھڑے ہوتے تورات کو اتنی طویل نماز پڑھتے کہ آپ کے پاؤں سوجھ جاتے۔ آپؐ کی داڑھی محض اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے محبت اور خوف کی وجہ سے آنسوؤں سے بھیگ جاتی تھی۔ اے مسلمانو! ہمیں بھی اپنے دل میں اللہ کی محبت پیدا کرنا ہو گی۔ اور یہ صرف اپنے کردار کو اللہ کے رنگوں میں رنگنے سے ہو گی۔

مسلمان کا مقصد ایسا انسان بننا ہے جو اللہ اور اس کے نبی کا عکس ہو۔ ایک اُمت کی حیثیت سے ہمیں اللہ کے رنگ میں رنگنے کی ضرورت ہے۔ مسلمان دنیا میں زوال پذیر ہیں، اس کی وجہ یہ نہیں کہ ہم تعداد میں کم

ہیں، بلکہ آج ہم دنیا کے 25 فیصد سے زیادہ ہیں۔اس کی وجہ یہ بھی نہیں کہ ہمارے پاس دولت اور وسائل کی کمی ہے۔ بہت سارے عظیم قدرتی وسائل مسلمانوں کے پاس ہیں۔ ہم بہت سارے وسائل کے ساتھ تعداد میں 1.8 ارب ہیں۔اس کے باوجود امت زوال پذیر ہے۔ کیوں؟اس کی وجہ ہم میں اُن صاحب کردار مرد و زن کی کمی ہے، جو صفات باری تعالیٰ میں رنگیں ہوں، جو عصر حاضر کے منظر نامہ کو تبدیل کر سکیں۔ مسلمان کو دوسروں کی دیکھ بھال کرنے والا بننا تھا، ہم نے نفرت کرنا شروع کر دی۔ مسلمان کو ہمدرد ہونا چاہیے تھا، ہم بدقماش بن گئے۔ مسلمان کو رحمدل ہونا چاہیے تھا، ہم ظالم بن گئے۔ مسلمان کو سخی ہونا چاہیے تھا، ہم کنجوس اور بخیل بن گئے۔ مسلمان کو سب کے ساتھ برابری کا سلوک کرنا چاہیے تھا، ہم لہو ولعب میں کھو گئے۔ ہمیں ایک امت ہونا چاہیے تھا، ہم قومی، نسلی، برادری، اور فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ہمیں تباہ کرنے کے لیے امریکہ کی ضرورت نہیں، ہم خود احسن طریقہ سے یہ کام سرانجام دے رہے ہیں۔ ہم نے لاالٰہ کو اپنے گروہ پر ترجیح دینی تھی، ہم نے تو گروہ بندی وجلد کی رنگت کو ترجیح دینی شروع کر دی۔ ہم مسلمان اتنے گھٹیا اور سطحی ہو چکے ہیں۔

ہم مسلمان بڑبڑاتے ہیں کہ اللہ ہماری مدد نہیں کرتا۔ آیئے ہم اپنے آپ سے کچھ سوال پوچھیں۔ کیااِس اُمت نے اپنی زکٰوۃ ادا کی، اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی مدد روک لی؟ کیااِس اُمت نے اپنے معاشرہ کی تعمیر عدل و انصاف پر قائم کی، اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی مدد روک لی۔ کیااِس اُمت نے تعلقات کی حفاظت اور صلہ رحمی کی، اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی مدد روک لی۔ کیا اُمت نے اپنے کردار کی تعمیر محبت، رحم اور عفو و درگزر پر کی، اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی مدد روک لی۔ کیااِس اُمت نے ایسے سمجھ کر نماز ادا کی جیسے نماز ادا کرنے کا حق ہے، اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی مدد روک لی۔ کیااِس اُمت نے رسول اللہؐ کے کردار کو اپنے لیے نمونہ بنایا، اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی مدد روک لی۔ کیااِس اُمت نے ابو بکر صدیقؓ، عمر بن خطابؓ، عثمانؓ، علیؓ، حضرت خدیجہؓ، حضرت فاطمہؓ کے کردار کو اپنایا، اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی مدد روک لی۔ کیا یہ اُمت باقی ماندہ انسانیت کے لیے فکر مند تھی، اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی مدد روک لی۔ یا ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر حال میں ہماری مدد کرنے کے پابند ہیں۔ جیسے ہم آقا ہیں اور وہ ہمارا غلام۔ نعوذ باللہ! آیئے ایک بات سمجھ لیں کہ ہم غلام ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ الصمد ہیں، بے نیاز ہیں۔ وہ قادر مطلق حاکم اعلیٰ ہے اور ہم اُس کی رعایا ہیں۔

ہم مسلمان بڑبڑاتے ہیں کہ اللہ ہماری دعاؤں کو نہیں سنتا۔ ہم اللہ کو مانتے ہیں اور پھر بھی اُس کے حقوق پورے نہیں کرتے،اور پھر امید کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں۔ ہم بغیر سمجھے بغیر عمل کیے اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں،اور پھر امید کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں۔ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نبیؐ سے محبت کرتے ہیں پر اُن کی سنت پر عمل نہیں کرتے،اور پھر امید کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں۔ ہمیں یقین ہے کہ شیطان ہمارا دشمن ہے،اِس کے باوجود ہم حقیقت میں اُس کی اطاعت کرتے ہیں،اور پھر امید کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں۔ ہم چاہتے ہیں کہ جنت میں جائیں لیکن اُس کے لیے کوشش نہیں کرتے،اور پھر امید کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں۔ ہم دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں اوراِس کے باوجوداُس سے دور نہیں ہوتے،اور پھر امید کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں۔ ہم کہتے ہیں کہ موت برحق ہےاِس کے باوجوداُس کے لیے تیاری نہیں کرتے،اور پھر امید کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں۔ ہم دوسروں کی غیبت کرتے ہیں اوراپنی خصلت بھول جاتے ہیں،اور پھر امید کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں۔ ہم اللہ کے فضل سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور شکرادا نہیں کرتے،اور پھر امید کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں۔ ہم اپنے مردوں کو دفناتے ہیں پر آخرت کا خوف ہمیں پریشان نہیں کرتا،اور پھر امید کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں۔ اے مسلمانو! اللہ کی طرف رجوع کرواوراپنے آپ کو ٹھیک کرو۔اللہ ہماری ریاست کو دنیا کی حکمران ریاست بنادے گا۔

انقلاب الفاظ سے نہیں بلکہ عمل سے آتے ہیں،اللہ کی مدداور نصرت عمل سے آتی ہے،الفاظ سے نہیں۔ جب ہم بطور امت شرائط پوری کریں گے تو اللہ کی مدد نازل ہوگی۔جب ایسا ہوگا تو اہل ایمان کا ایک چھوٹا سا گروہ کفار کے بڑے گروہ کواللہ کی مدد سے شکست دے دے گا۔ جنگ یرموک میں مسلمان 41000ہزار تھے اور اندازہ کے مطابق رومن افواج کی تعداد 150000 تھی۔رومیوں کو شکست ہوئی اور وہ جزیرہ نما عرب کبھی واپس نہیں آئے۔اگر ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو کھودیں گے تو ہم سب کچھ کھودیں گے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی مخلوق سے ایک شفیق ماں سے ستر گنا زیادہ پیار کرتا ہے،اگر ہم زیادتی میں حد سے تجاوز کریں گے تو وہ ہمیں دھتکار دے گا۔آج ہم چند سکوں کے عوض دوسروں کو قتل کررہے ہیں۔آیئے! اپنے آپ سے کچھ سوالات کرتے ہیں۔ کیا ہم اپنے دین کے لیے اثاثہ ہیں؟ نہیں۔ کیا ہماری زندگی اسوۂ رسولؐ کی عکاسی کرتی ہے (جو کہ انسانوں میں اوصافِ باری تعالیٰ کے اعلیٰ ترین معیار پر تھے) نہیں! کیا ہم لوگوں کو اسلام کی طرف پھیرتے ہیں، یا ہم لوگوں کو اسلام سے دور کرتے ہیں۔ صد افسوس! ہم لوگوں کو اسلام سے دور کرتے ہیں۔اُمت کی

حیثیت سے ہمارا رویہ اور طرز عمل مکمل طور پر منفی ہے اور پھر بھی ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے مدد و نصرت کی توقع رکھتے ہیں۔ اے مسلمانو! ہمیں اپنے اندر سے انقلاب کی ابتداء کرنا ہو گی۔ جب ہم اللہ کے رنگوں میں رنگ جائیں گے تو ہم صاحبِ خیر لوگ بن جائیں گے۔ تب ہمارے کردار کو دیکھ کر لوگ ہمارے قریب آئیں گے۔ جس طرح ہمارے کردار میں اللہ کی صفات ہمیں اللہ کے قریب کرتی ہیں، اسی طرح اللہ کی صفات کی وجہ سے ہم لوگوں کے لیے بہترین انسان ہوں گے۔ دنیا ہجوم کی صورت میں اسلام کی طرف بڑھے گی۔ مصائب و آلام اور طبقاتی امتیاز کا خاتمہ ہو جائے گا۔ عدل وانصاف کا بول بالا ہو گا۔

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کبھی لوگوں کے بارے میں تعداد پر فیصلہ نہیں کرتے۔ وہ فیصلہ اُن کے متعلق اُن کی خوبیوں اور اُن کے کردار پر کرتے ہیں۔ جبرائیلؑ نے رسول اللہؐ سے پوچھا آپ کی اُمت میں بہترین لوگ کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا۔ میرے صحابہ جنھوں نے تمام مشکلات کے باوجود بدر کے معرکہ میں حصہ لیا۔ جبرائیلؑ نے جواب دیا۔ اِسی طرح بہترین فرشتے وہ ہیں جنہوں نے معرکہ بدر میں حصہ لیا۔ وہ صاحبِ کردار لوگ تھے جو اللہ تعالیٰ کے رنگوں میں رنگے ہوئے تھے اور اللہ نے اُن کی ریاست کو دنیا کی حکمران ریاست بنا دیا تھا۔

رسول اللہؐ نے ہمیں بتایا کہ جو انسان دوسروں کی غلطیوں کو جلدی معاف کر دیتا ہے تو یوم حساب اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی غلطیاں جلدی معاف کر دے گا۔ ایک دوسری حدیث میں رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے فرد سے معافی کی درخواست کرتا ہے اور وہ اُسے معاف کرنے سے انکار کر دیتا ہے تو وہ شخص یوم حساب اُن کے حوض کوثر پر نہ آئے۔ آج خاوند بیوی کو معاف کرنے کے لیے تیار نہیں اور بیوی خاوند کو معاف کرنے کے لیے تیار نہیں اور ہم فیصلے کے دن اس رویہ کے اثرات سے بے خبر ہیں۔ معاف کیے جانے کے لیے معاف کرنے کی صفت ہونا ضروری ہے۔ **اے مسلمانو کسی کو نہ بتاؤ کہ تم مسلمان ہو، تمہارا کردار بتائے کہ تم مسلمان ہو۔**

اے مسلمانو! بستر پر لیٹنے سے پہلے چار چیزوں کو یقینی بناؤ۔

1) کبھی بستر پر نہ لیٹو، جب تک اِس بات کا یقین نہ کر لو کہ تمام تنازعات، معاملات اور مسائل جو کسی سے ہوں وہ حل کر لو یہ معاف کر دو، یعنی جو گزر گیا سو گزر گیا۔

2) سونے سے پہلے اس بات کا یقین کر لیں کہ ہم نے وہ تمام ذمہ داریاں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہم پر عائد کی ہیں، پوری کر لی ہیں۔ مثلاً اگر ہم نے نماز عشاء ادا نہیں کی تو ہم سونے کے لیے بستر پر نہیں جا سکتے۔

3) کبھی سونے کے لیے بستر پر نہ جائیں جب تک ایک لمحہ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور بڑے رازدارانہ انداز میں نہ بیٹھیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے معافی مانگیں اور اللہ کی طرف رجوع کریں اور اپنے گناہوں کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے معافی مانگیں جن کا ہم سے ارتکاب ہوا ہے۔

4) ہمیں کم از کم بنیادی سطح پر یقین کر لینا چاہیے کہ کیا ہم نے اپنی تمام بڑی بڑی تیاریاں کر لیں۔ صرف اس لیے کہ ہو سکتا ہے ہم صبح جاگ نہ سکیں (یعنی موت کو یاد رکھیں)۔ موت ایک حقیقت ہے جس کا سامنا ہر شخص نے کرنا ہے۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

اللہ کی بے مثل محبت اپنے بندوں کے لیے

میں اپنے قاری سے دوبارہ گزارش کروں گا کہ کتاب کا بقیہ حصہ تنہائی میں پڑھیں۔ تاکہ بہتے آنسوؤں سے اللہ کی محبت دل میں سرایت کر جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں کہتا ہے: (اے نبیؐ) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ تو غفور و رحیم ہے۔ پلٹ آؤ اپنے ربّ کی طرف اور مطیع بن جاؤ اُس کے، قبل اِس کے کہ تم پر عذاب آ جائے اور پھر کہیں سے تمہیں مدد نہ مل سکے۔ اور پیروی اختیار کرو اپنے ربّ کی بھیجی ہوئی کتاب کے بہترین پہلو کی، قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں کوئی شخص کہے "افسوس میری اس تقصیر پر جو میں اللہ کی جناب میں کرتا رہا، بلکہ میں تو الٹا مذاق اڑانے والوں میں شامل تھا" یا کہے "کاش اللہ نے مجھے ہدایت بخشی ہوتی تو میں بھی متقیوں میں سے ہوتا" یا عذاب دیکھ کر کہے "کاش مجھے ایک اور موقع مل جائے اور میں نیک عمل کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں" (اور اس وقت اسے یہ جواب ملے گا) "کیوں نہیں، میری آیات تیرے پاس آ چکی تھیں، پھر تو نے اُنہیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو کافروں میں سے تھا"۔ آج جن لوگوں نے خدا پر جھوٹ باندھے ہیں قیامت کے روز تم دیکھو گے کہ اُن کے منہ کالے ہوں گے۔ کیا جہنم میں متکبروں کے لیے کافی جگہ نہیں ہے؟ اِس کے برعکس جن لوگوں نے یہاں پرہیزگاری اختیار کی، اللہ ان کو ان کے تقویٰ کے بدلے نجات دے گا، ان کو نہ کوئی نقصان پہنچے گا اور نہ وہ

غمگیں ہوں گے۔ اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔ زمین اور آسمانوں کے خزانوں کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کی آیات سے کفر کرتے ہیں وہی گھاٹے میں رہنے والے ہیں (39:53-63)۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی محبت کو سمجھانے کے لیے میں اس کی رحمت کے چند قصے بیان کروں گا۔ یہ واقعات اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے تعلق، محبت اور امید کو بڑھانے کا سبب ہوں گی۔ ایک ایمان والا جب اظہارِ ندامت کرتا ہے اور اُس کی ندامت اُس کے گناہوں کے لیے ناکافی ہو، تو اللہ تعالیٰ عرش کے فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ اس بندے کے لیے مغفرت کی دعا کرو تا کہ اُس کے سارے گناہ دھل جائیں۔ یہ ہے ہمارا رحیم و کریم ربّ۔ اے اللہ تیرا شکر۔

اے لوگو! جب ایک بچہ اپنی ماں کی اطاعت نہیں کرتا، اور جب وہ پچھتاوے اور ندامت کے ساتھ اُس کے پاس آتا ہے تو وہ اُسے بالآخر معاف کر دیتی ہے۔ ماں کو راضی کرنے لیے اُس کے پاس جانا پڑتا ہے، اُس کے دل کو نرم کرنے کے لیے کچھ آنسو بہانا اور معافی مانگنا پڑتی ہے۔ دوسری طرف جب کسی بندے کو ساری عمر گناہ میں ڈوبا رہنے کے بعد ندامت کا احساس ہوتا ہے، تو نبیؐ نے فرمایا کہ اُس کے دل میں ہونے والے اس احساس کی وجہ سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ بغیر توبہ کے اُسے کے سارے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب ایک آدمی گناہ کرتا ہے اور پھر کہتا ہے، اے میرے مالک میں نے گناہ کیا ہے، براہِ مہربانی مجھے معاف کر دے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہتا ہے، میرا بندہ جانتا ہے کہ اُس کا ایک آقا و مالک ہے جو معاف کرتا اور سزا دیتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے اُسے معاف کیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ دوبارہ وہی گناہ کرتا ہے، اور اللہ سے پھر معافی مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر فرماتے ہیں، میرے بندے کو معلوم ہے کہ اُس کا ایک آقا و مالک ہے، جو معاف کرتا اور سزا دیتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالی پھر فرماتے ہیں کہ میں نے اُسے معاف کیا۔ وہ پھر گناہ کرتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے معافی طلب کرتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ پھر فرماتے ہیں، میرے بندے کو علم ہے اس کا ایک آقا و مالک ہے جو معاف کرتا اور سزا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اُسے معاف کیا (بخاری جلد دوم، حدیث: 1117)۔ اے مسلمانو! اِس جہاں میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا جتنا آسان ہے، اگلے جہاں میں یہ اتنا ہی ناممکن ہو گا۔ اے مسلمانو! اپنے رحیم و کریم ربّ سے ہم کیسے ناامید ہو سکتے ہیں۔ لوٹ آؤ، وہ ہمارا انتظار کر رہا ہے۔ اگر ہم نے رجوع نہ کیا، تو سزا کے ذمہ دار ہم خود ہوں گے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اتنا رحیم و کریم ہے کہ اگر کوئی شخص گناہوں کی آخری حد کو چھو لے اور گناہوں کے بار تلے دبا ہوا ہو، پھر وہ اپنی غلط روش پر شرمندہ اور نادم ہو جائے، تو رحیم ربّ نہ صرف اُس کے گناہوں کو معاف کر دیتا

ہے، بلکہ اُس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ سبحان اللہ ! کچھ لوگ یہ سوچ کر کہ اِن کے گناہ ناقابلِ معافی ہیں، نااُمید ہو جاتے ہیں۔ جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی امید قائم رکھتا ہے، کہ ایک دن اُس کا بندہ اُس کے طرف لوٹ آئے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن میں پوچھتے ہیں: "اے میرے بندے کس چیز نے تجھے میری رحمت سے مایوس کر دیا، میں تمام گناہ معاف کر دیتا ہوں۔ تو میری طرف لوٹ آ، میں تیرے سارے گناہ معاف کر دوں گا، چاہے اُنہوں نے زمین اور آسمان کو کیوں نہ ڈھانپ رکھا ہو"۔ اے لوگو! ہمارا ربّ ہم سے ہماری ماؤں سے ستر گنا زیادہ پیار کرتا ہے۔ چونکہ اُسے راضی کرنا آسان ہے، لہٰذا اُس کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا، بس صدقِ دل سے تائب ہو جاؤ۔ اے اللہ ہمیں معاف فرما۔ آمین!

ایک بدو رسول اللہؐ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ یومِ جزا ہمارا حساب کون لے گا؟ رسول اللہؐ نے فرمایا، اللہ ہمارا حساب لے گا۔ بدو نے استفسار کیا، کہ کیا اللہ ہمارا حساب لے گا؟ نبیؐ نے دوبارہ کہا ہاں وہی ہمارا حساب لے گا۔ بدو مسکرانے لگا۔ نبیؐ نے پوچھا، تم کیوں مسکرا رہے ہو؟ اُس نے کہا کہ وہ اِس لیے مسکرا رہا ہے، **کیونکہ اللہ تعالیٰ الکریم ہیں، اِس لیے اُسے زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔**

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ ہمارے پاس آئے، اس وقت ہم ہنس رہے تھے۔ آپؐ نے کہا، تم ہنس رہے ہو اور آتشِ دوزخ تمہارے قریب ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہنسو مت۔ جب آپؐ چلے گئے، ہمیں ایسا محسوس ہوا جیسے ہمارے اوپر گِدھ منڈلا رہے ہوں۔ تھوڑی ہی دیر بعد نبیؐ ہمارے پاس دوبارہ تشریف لائے اور کہا کہ جبرائیلؑ اُن کے پاس آئے اور کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے مجھ سے نااُمید ہو جائیں گے۔ اور آپؐ کو کہا ہے کہ لوگوں کو بتائیں کہ اللہ معاف کرنے والا رحیم ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا، آپؐ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی رحمت کو سو حصوں میں تقسیم کیا اور ننانوے حصے اپنے پاس رکھے، اور ایک حصہ اپنی مخلوق میں تقسیم کیا۔ اِسی ایک حصہ کی وجہ سے ایک گھوڑا بھی خیال رکھتا ہے کہ اُس کے کھر اُس کے بچے کو زخمی نہ کر دیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے (صحیح مسلم، باب رحمت اللہ، نمبر 7151، Ref#15)۔

اے اہلِ ایمان سنو، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ فیصلے کے دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایک ایمان والے کو قریب لائے گا، پھر اُس کو اپنی چادر میں چھپا لے گا پھر وہ اُس سے پوچھے گا کہ کیا اُسے یاد ہے کہ اُس نے فلاں فلاں گناہ کیا تھا۔ ایمان والا کہے گا ہاں، میرے آقا! اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہوں کی باز پُرس کریں گے، یہاں تک کہ وہ ان سارے گناہوں کا اقرار کر لے گا (جس کی اس

نے توبہ نہیں کی تھی)۔ جس سے ایمان والا شخص خوفزدہ ہو جائے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُس سے کہیں گے کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہوں کا پردہ رکھا اور آج میں تجھے معاف کرتا ہوں۔ سبحان اللہ! اور اُسے نیکیوں کی کتاب دائیں ہاتھ میں دے دی جائے گی۔ جہاں تک منکرین کا تعلق ہے اُن سے سب کے سامنے سوال جواب ہو گا اور اُنہیں کتابِ سجین بائیں ہاتھ میں تھمائی جائے گی۔ (صحیح بخاری، جلد اول ص 330)

اے لوگو! جب رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے، تو دنیا کی عدالتیں بند ہو جاتی ہیں، محلات بند ہو جاتے ہیں، دروازے مقفل کر دیئے جاتے ہیں، محافظوں کو اپنی جگہ پر تعین کر دیا جاتا ہے، کیونکہ یہ کام کے اوقات کے بعد ہے۔ وہ اپنی موج مستیوں میں مست ہیں، اور وہ کسی کی سننے یا خاطر داری کرنے کو تیار نہ نہیں ہیں۔ دوسری طرف جب اکثریت غفلت کی نیند سو رہی ہوتی ہے، اس وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی شان و شوکت اور عظمت و وقار کے ساتھ اپنی شان کے مطابق پہلے آسمان پر اُترتے ہیں اور رات کے آخری تہائی حصہ میں پکارتے ہیں "ہے کوئی جو مجھے پکارے، تاکہ میں اُسے جواب دے سکوں۔ ہے کوئی ضرورت مند جس کی میں ضرورت پوری کر دوں۔ ہے کوئی حاجت مند جس کی میں حاجت پوری کر دوں۔ ہے کوئی میری بخشش کا طالب تاکہ میں اُسے بخش دوں"۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پھر پوچھتے ہیں **"ہے کوئی جس نے میرے دروازے پر دستک دی ہو اور اُسکے لیے دروازہ نہ کھلا ہو؟ ہے کوئی جس نے مجھ سے سوال کیا ہو اور اُسے نہ دیا گیا ہو** (اگر وہ آپ کو اس دنیا میں نہیں دیتا تو وہ آپ کو اگلے جہاں میں اتنا دے گا کہ آدمی یہ خواہش کرے گا کہ کاش دنیا میں اُس کی کوئی خواہش پوری نہ ہوتی)" (صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، نمبر 1174، Ref#8)۔ اے لوگو! انسانوں سے مت مانگو، اُس واحد ہستی سے مانگو جس کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے، جس کی محبت ان تھک ہے، جس کے گودام کبھی خالی نہیں ہوتے۔ رحیم و کریم ربّ کہتا ہے، "اے میرے بندے جب تو مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی تجھے یاد کرتا ہوں، جب تو مجھے بھول جاتا ہے میں تب بھی تجھے یاد رکھتا ہوں۔ اللہ کہتے ہیں، "اے ابن آدم! اگر تم مجھ سے منہ پھیر لو اور اپنے دن و رات میری نافرمانی میں گزار دو، اور اگر تم جان سکو کہ میں تم سے کس قدر محبت اور تم پر شفقت کرتا ہوں تو خوشی سے تمہارے جوڑ تقسیم ہو جائیں۔ اے ابن آدم اگر میری یہ محبت اُن لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے میرے احکام کو توڑا ہے، نافرمانی کی ہے، تو میری محبت اُن لوگوں کے لیے کتنی ہو گی جو میرے فرمابردار ہیں۔ یہ ہے اللہ، میرا اور آپ کا آقا و مالک، محبت کرنے والا، الرحیم، العفو۔ اے اللہ، ہم آپ کی محبت کی برابری نہیں کر سکتے۔ اے اللہ، ہمارے اندر اپنی محبت راسخ کر دے تاکہ

ہم تجھ سے دل کی گہرائیوں سے محبت کریں اور انتہائی کوشش سے تجھے راضی کریں۔اے اللہ، تمام تعریفیں اور شکر تیرے لیے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں "اے ابن آدم، کسی طاقت و حاکمیت سے نہ ڈر جب تک میری حاکمیت قائم ہے اور میری حاکمیت کبھی ختم نہیں ہو گی۔اے ابن آدم، رزق کی تنگی سے نہ ڈر جب تک میرے خزانے بھرے ہوئے ہیں اور میرے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے۔اے ابن آدم، میں نے پہلے ہی تیرے رزق کا حصہ مقرر کر دیا ہے اور تمہیں اِس کے لیے اپنے آپ کو ہلکان نہیں کرنا چاہیے (یعنی ہمارے اعضاء کام کریں گے اور ہمارا بھروسہ اللہ پر ہو گا)۔ اے ابن آدم، میں نے تمہارے رزق کی ضمانت دی ہے، اور اپنی عظمت و طاقت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اِس پر مطمئن ہو گے جو میں نے تمہارے لیے مقدر کیا، تو میں تمہارے دلوں اور جسموں کو راحت سے بھر دوں گا، اور تمہاری تعریف کروں گا، اور اگر تم مطمئن نہیں، تو میں اپنی عظمت اور طاقت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تم پر دنیا کو چھوڑ دوں گا، جہاں تم جنگلی جانوروں کی طرح دوڑو گے، اور پھر بھی تمہیں تمہارے مقدر سے زیادہ نہیں ملے گا۔اے ابن آدم، میں نے سات آسمان اور زمین بغیر مشقت کے پیدا کیے۔ پھر کیا میرے لیے یہ مشکل ہے کہ میں تمہاری طرف ایک روٹی کا ٹکڑا بھیج دوں۔اے ابن آدم، مجھ سے کل کا رزق نہ مانگ، جیسے میں تجھ سے کل کے اعمال نہیں مانگتا۔ اے ابن آدم، میں تجھ سے محبت اور تجھ پر شفقت کرتا ہوں، اور یہ میرا حق ہے تجھ پر کہ تو بھی مجھ سے محبت کرے"۔ شکریہ اے اللہ، ہم بھی تجھ سے محبت کرتے ہیں۔ان شاءاللہ!

اے مسلمانو، جبرائیلؑ نبیؐ کے پاس آئے اور کہا کہ فرشتے آپ کی اُمت کے تمام اعمال لکھتے ہیں، لیکن وہ آپ کی اُمت کے آنسو نہیں لکھتے۔رسول اللہؐ نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ وہ میری اُمت کے آنسو کیوں نہیں لکھتے؟ (اللہ اکبر! اے اللہ ہم اپنے آپ کو تیری رحمت کے سپرد کرتے ہیں)۔ جبرائیلؑ نے نبیؐ کو بتایا کہ آپؐ کے اُمتی کا ایک آنسو جہنم کے سمندروں کو بجھا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرشتے آپ کی اُمت کے آنسو نہیں درج کرتے۔اے مسلمانو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھلے ہیں، اللہ انتظار کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے، اے ابن آدم، اے انسان، اگر تو میرے احکام کو پامال کرتے ہوئے گناہ در گناہ کرتے جائے، یہاں تک کہ وہ تمام دنیا اور آسمان کو گھیر لیں، اور پھر تم نادم ہو کر میری طرف رجوع کر لو اور کہو، "اے اللہ مجھے معاف فرما"۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں، "میں تمہیں معاف کر دوں گا اور مجھے تمہارے گناہوں کی کوئی پرواہ نہیں"۔ یہ ہے ہمارے آقا و مالک کی رحمت کی وسعت۔اللہ ہم سے ہماری ماؤں سے ننانوے گناہ زیادہ پیار کرتا ہے۔

شیطان ہمیں دوسروں کی طرف رجوع کراتا ہے۔اے مسلمانو! ابھی دیر نہیں ہوئی، رحیم ربّ کی طرف لوٹ آؤ۔اے اللہ، ہم نے اپنے ساتھ زیادتی کی ہے، ہمیں معاف فرما۔آمین

اللہ سبحانہ وتعالیٰ جہنم کی آگ سے دو افراد کو باہر نکالیں گے اور اُن سے پوچھیں گے کہ جہنم کی آگ کیسی ہے؟ وہ کہیں گے اے اللہ، یہ رہنے کی بدترین جگہ ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرمائیں گے کہ تم اپنے اعمال کی وجہ سے اِس میں داخل ہوئے ہو، میں نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی، لہٰذا، حکم ہو گا کہ واپس جہنم میں چلے جاؤ۔ تو ایک آدمی جہنم کی طرف دوڑ پڑے گا جبکہ دوسرا کھڑا رہے گا۔اللہ تعالیٰ اُس آدمی کو واپس بلائیں گے جس نے جہنم کی طرف دوڑنا شروع کر دیا تھا۔اللہ اُس سے پوچھیں گے کہ تم نے ابھی کہا تھا کہ جہنم کی آگ بہت بری جگہ ہے پھر تم اُس کی طرف کیوں دوڑے؟ وہ کہے گا اے میرے مالک میں نے زمین پر اپنی پوری زندگی تیری نافرمانی میں گزاری، مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے، اسی لیے میں نے فیصلہ کیا کہ میں آپ کے اِس حکم کو بجالانے میں جلدی کروں۔اللہ تعالیٰ اُسے معاف کر کے جنت میں داخل کر دیں گے۔پھر اللہ تعالیٰ دوسرے آدمی سے پوچھیں گے کہ تم نے میرا حکم کیوں نہیں مانا؟ وہ کہے گا، اے اللہ، یہ میرا آپ کے بارے میں حسن ظن تھا کہ آپ نے مجھے جہنم کی آگ سے نکالا، اور یہ کہ آپ مجھے واپس جہنم میں نہیں ڈالیں گے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہیں گے تمہیں بھی میں نے معاف کیا، اور اُسے بھی جنت میں بھیج دیں گے (جواہر اسلامی تاریخ، صفحہ 649)۔ سبحان اللہ! یہ ہے میرا اور آپ کا ربّ، اے اللہ، ہمیں معاف فرما۔آمین!

یومِ جزا ایک آدمی کے اعمال کا وزن ہو گا، تو اُس کی برائیاں اُس کی نیکیوں سے زیادہ ہوں گی، اس کے باوجود حکم ہو گا، اے فلاں بن فلاں اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جا۔ وہ آدمی کہے گا اے اللہ کیسے؟ میری برائیاں میری نیکیوں سے زیادہ ہیں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرمائے گا کہ فلاں، فلاں رات تم بے چینی کی وجہ سے سو نہیں سکے تھے، تم کروٹ بدلتے ہوئے اللہ، اللہ، اللہ، کہتے اور پھر سو گئے، تم اِس کے متعلق بھول گئے، میں نہ سوتا ہوں اور نہ بھولتا ہوں۔اللہ تعالیٰ کہیں گے کہ میں نے اللہ، اللہ، اللہ کے بدلے تمہیں جنت عطا کی۔اے اللہ، تیری رحمت نہ ختم ہونے والی ہے ہمیں بھی بخش دے۔اے اللہ، ہم ہاتھ جوڑ کر اور شرم سے سر جھکائے تیری مغفرت کے طلب گار ہیں، ازراہِ کرم، ازراہِ کرم.... ہمیں معاف فرما۔آمین

اب میں ماضی کے کچھ سچے واقعات بیان کروں گا، جو بندوں کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت کو ظاہر کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ موسیٰؑ کے زمانہ میں شدید خشک سالی آئی۔ بنی اسرائیل کے لوگ حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے اور کہا کہ اے موسیٰؑ بچے فاقہ کا شکار ہو رہے ہیں، بزرگ اذیت میں مبتلا ہیں، جانور مر رہے ہیں، اور سبزہ

ونباتات خشک ہو چکے ہیں۔ اللہ سے دعا کریں کہ ہم پر بارانِ رحمت نازل کرے۔ موسیٰؑ نے صحرا میں کھلے علاقے میں بنی اسرائیل کو جمع کیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کی "اے اللہ، بچے فاقہ کا شکار ہو رہے ہیں، بزرگ مصیبت میں مبتلا ہیں، جانور مر رہے ہیں، اور سبزہ ونباتات خشک ہو چکے ہیں، ہم پر اپنی بارانِ رحمت برسا"۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جواب میں موسیٰؑ کو کہا کہ تمہارے درمیان ایک بندہ ہے جو چالیس سال سے میری نافرمانی کر رہا ہے اُسے کہو کہ اجتماع سے نکل جائے، میں بارش برسادوں گا۔ موسیٰؑ نے اجتماع کی طرف دیکھا اور کہا وہ جو بھی شخص ہے، وہ ہم پر رحم کرے اور یہاں سے چلا جائے، تاکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بارش برسادیں۔ اُس شخص کو سمجھ آگئی کہ اللہ اُس کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔ اس نے دائیں بائیں دیکھا، کوئی بھی اجتماع چھوڑ کر نہیں جارہا تھا۔ اس نے چادر سے اپنے منہ کو ڈھانپا اور رونا شروع کر دیا، کیونکہ لوگ تکلیف میں تھے، اور بارش اُس وقت تک نہیں برسے گی جب تک وہ اجتماع سے باہر نہیں جاتا۔ اور اگر وہ اجتماع سے باہر جاتا ہے تو لوگوں کو پتہ چل جائے گا کہ میں وہ آدمی ہوں جو چالیس برس سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی کر رہا ہے۔ اسے بہت دکھ ہوا کہ اُس کی وجہ سے لوگ تکلیف میں مبتلا ہیں۔ اُس نے صدق دل سے ندامت اور پچھتاوے کے آنسوؤں کے ساتھ اللہ سے معافی مانگی۔ جونہی اُس کے آنسو زمین پر گرے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُسے معاف کر دیا اور ساتھ ہی بارش برسنا شروع ہو گئی۔ موسیٰؑ نے تعجب سے کہا "اے اللہ مجمعے میں سے کوئی نہیں نکلا، پھر بھی تو نے بارش بھیج دی"۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کہا "میں نے جس کی وجہ سے بارش روکی تھی اُسی کی ندامت کی وجہ سے نازل کی ہے"۔ موسیٰؑ نے کہا کہ اے اللہ ہمیں وہ اپنا تائب بندہ دکھا جس کی وجہ سے بارش آئی تاکہ ہم اُس کا شکریہ ادا کر سکیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جواب دیا، اے موسیٰؑ چالیس سال اُس نے میری نافرمانی کی، میں نے اس کا پردہ رکھا، اب جب اُس نے توبہ کر لی تو تمہارا کیا خیال ہے میں اُس کا راز فاش کر دوں گا، نہیں۔ اے اللہ، تیری رحمت کی کوئی حد نہیں۔ ہم اُس کا کبھی احاطہ نہیں کر سکتے۔ اے اللہ، ہمیں معاف کر دے۔ آمین

قارون بنی اسرائیل کا ایک دولت مند آدمی تھا۔ وہ دکھاوے کا شوقین تھا۔ دس طاقتور آدمی اُس کے خزانے کی چابیاں اٹھاتے تھے۔ ایک دن قارون نے حضرت موسیٰؑ سے پوچھا کہ بدکاری کی کیا سزا ہے۔ موسیٰؑ نے جواب دیا کہ سنگسار کرنا۔ قارون نے کہا اور اگر آپ کریں تو؟ موسیٰؑ نے کہا مجھ پر بھی اُسی سزا کا اطلاق ہو گا۔ قارون نے ایک عورت کو اشارہ کیا اور کہا کہ اپنی کہانی سناؤ۔ اُس عورت نے کہا کہ موسیٰؑ نے اُس کے ساتھ بدکاری کی ہے۔ موسیٰؑ چونک گئے، آپؑ کو سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہیں۔ آپؑ سجدہ میں گر پڑے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے

مدد مانگی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے موسیٰؑ سے کہا، آپ اٹھیں اور عورت سے پوچھیں کہ اُس نے آپ پر کیوں تہمت لگائی؟ موسیٰؑ اٹھے اور عورت سے پوچھا کہ اُس نے آپ پر کیوں تہمت لگائی؟ عورت نے کہا کہ قارون نے اسے آپ پر بہتان لگانے کے لیے پیسے دیئے تھے۔ موسیٰؑ نے ہاتھ اُوپر اٹھا کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کی کہ وہ قارون کو سزا دے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم پر قارون زمین میں دھنسنا شروع ہو گیا۔ جب وہ ٹخنوں تک زمین میں دھنس گیا تو اس نے موسیٰؑ سے معافی مانگنا شروع کر دی۔ موسیٰؑ بہت غصہ میں تھے، آپ نے کہا اور دھنسو، تم نے اللہ کے پیغمبر پر بہتان لگایا ہے۔ وہ گھٹنوں تک دھنس گیا اور اپنے کیے پر ندامت اور پچھتاوے کا اظہار کرتا رہا۔ حضرت موسیٰؑ اسے معاف کرنے پر تیار نہ ہوئے۔ قارون کولہوں تک دھنس گیا، اور موسیٰؑ سے معافی مانگتا رہا، یہاں تک کہ وہ گردن تک زمین میں دھنس گیا۔ قارون پچھتاوے کے ساتھ معافی کی درخواست کرتا رہا، لیکن موسیٰؑ نے اُسے معاف نہ کیا اور وہ اپنی دولت کے ساتھ زمین میں غرق ہو گیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے موسیٰؑ پر وحی نازل کی اور کہا اے موسیٰؑ قارون میرا بندہ تھا وہ تم سے معافی مانگتا رہا۔ تم نے اُسے معاف نہ کیا۔ اگر وہ ایک دفعہ مجھ سے معافی مانگتا، تو میں اُسے معاف کر دیتا (جواہر اسلامی تاریخ، صفحہ: 86)۔ سبحان اللہ! اس حقیقت کے باوجود کہ قارون نے اللہ کے پیغمبر موسیٰؑ پر تہمت لگائی تھی۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُسے معاف کر دینے کے لیے تیار تھے۔ حضرت موسیٰؑ اللہ کے پانچ طاقتور ترین رسولوں میں سے ایک ہیں اور آپ چھٹے آسمان پر رہائش پذیر ہیں۔ یہ ہے ہمارا ربّ۔ ہم اُس سے کیسے ناامید ہو سکتے ہیں؟

ایک بدو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے یا کریم یا کریم کا ورد کر رہا تھا۔ نبیؐ اُس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ آپؐ نے بھی یا کریم یا کریم کا ورد شروع کر دیا۔ بدو سمجھا کہ میرے پیچھے آنے والا شخص میرا مذاق اڑا رہا ہے۔ وہ پیچھے مڑا اور نبیؐ سے کہنے لگا کہ تم میرا مذاق اڑا رہے ہو، میں رسول اللہؐ سے تمہاری شکایت کروں گا۔ نبیؐ نے پوچھا کیا تم اپنے نبیؐ سے ملے ہو۔ اُس نے جواب دیا، نہیں۔ رسول اللہؐ نے اُسے بتایا کہ وہ ہی اللہ کے رسول ہیں، تم جو کہہ رہے تھے وہ مجھے اچھا لگا اس لئے میں بھی اُسے دُہرا رہا تھا۔ بدو صحابی نے آپؐ کے ہاتھوں پر بوسہ دیا اور آپؐ کے پاؤں پر بوسہ دینے کے لیے بیٹھا، تو نبیؐ نے اُسے کھڑا ہونے کو کہا، اور کہا کہ پاؤں پر بوسہ نہ دو، میں بادشاہ نہیں ہوں۔ اس موقع پر جبرائیلؑ تشریف لائے اور آپؐ کو اپنا اور اللہ کا سلام پہنچایا۔ پھر انہوں نے رسول اللہؐ کو اس صحابی کے لیے اللہ کا پیغام دیا۔ اللہ نے اسے کہا تھا کہ یا کریم یا کریم پکارنے کے باوجود اُسے حساب دینا ہو گا۔ جب نبیؐ نے اللہ کا پیغام صحابی کو پہنچایا تو بدو صحابی جلال میں آ گیا اور کہنے لگا، اگر اللہ میرا حساب

لے گا، تو میں اللہ کا حساب لوں گا۔ نبیؐ اور صحابہ کرام اُس کی بات سے پریشان ہو گئے۔ نبیؐ نے صحابی سے پوچھا کہ وہ کس طرح اللہ کا حساب لے گا۔ اُس نے کہا کہ اگر اللہ اس سے اس کے گناہوں کا حساب لے گا تو پھر میں اللہ سے اُس کی رحمت و شفقت اور درگزر وغیرہ کا حساب لوں گا۔ جبرائیلؑ پھر نازل ہوئے اور نبیؐ کو کہا کہ وہ اُس بدو صحابی کو بتائیں کہ اللہ کہتا ہے کہ نہ تم میرا حساب لو نہ میں تمہارا حساب لوں گا (جواہر اسلامی تاریخ، صفحہ 603)۔

یہ ہے ہمارا رحیم ربّ۔ وہ ہمیں بتانا چاہتا ہے کہ اگر ہمارا اُس پر یقین پختہ ہے تو پھر حساب کتاب کی کوئی اہمیت نہیں، کیونکہ وہ گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ جب ہمارا اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر پختہ ایمان ہو گا، تو پھر ہم اللہ کے رنگوں میں رنگ جائیں گے۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے سچی محبت کی وجہ سے ہو گا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا، بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس نے ننانوے قتل کیے۔ ایک دن خوف خدا کی وجہ سے جاگا، اپنے گھر سے نکلا اور ایک رِبی (یہودی عالم) کے پاس گیا، اور اُس سے سوال کیا کہ کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں اُس کے لیے مغفرت کا راستہ ہے۔ رِبی نے اُسے کہا کہ تمہارے لیے کوئی معافی و مغفرت نہیں ہے۔ اُس نے رِبی کو بھی قتل کر کے سو قتل مکمل کر دیئے۔ اُسے پھر خوفِ خدا نے جکڑ لیا۔ اس نے لوگوں سے پوچھنا شروع کیا کہ کوئی طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی ندامت و شرمندگی کے بدلے اسے معاف کر دیں۔ ایک آدمی نے اُسے مشورہ دیا کہ وہ فلاں قصبے میں چلا جائے جہاں نیک لوگ رہتے ہیں اور وہ اُن کے ساتھ رہ کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے توبہ کرے۔ ان شاءاللہ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُسے معاف کر دیں گے۔ اُس نے اُس قصبہ کی طرف سفر شروع کیا اور راستے میں اُس کا انتقال ہو گیا۔ جب اُس کا انتقال ہوا، تو جنت اور دوزخ کے فرشتے اُس کی روح لینے کے لیے آ گئے۔ اُن کے درمیان تنازع شروع ہو گیا۔ جنت کے فرشتے کہنے لگے کہ وہ توبہ و ندامت کے ارادے کے ساتھ جا رہا تھا، اس لیے یہ جنتی لوگوں میں سے ہے۔ دوزخ کے فرشتے کہنے لگے کہ اُس نے مجرمانہ زندگی گزاری ہے اور یہ دوزخی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے برائی کے قصبہ کو حکم دیا کہ اپنے آپ کو میت سے دور لے جائے اور نیکی کی بستی کو حکم دیا کہ وہ میت کے قریب آ جائے۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ دونوں قصبوں کا میت سے فاصلہ ناپ لیں۔ اگر وہ نیک لوگوں کی بستی سے ایک بالشت بھی قریب ہے تو اُس کو بخش دیا جائے گا۔ (بخاری، کتاب بدء الخلق، 3470، Ref#12)۔ اے اللہ، بیشک تیری رحمت ہر چیز پر غالب ہے۔ اے اللہ، ہم بھی ڈرے اور سہمے ہوئے ہیں اور ہمیں بھی تیری رحمت کی آس ہے، ہمیں معاف فرما۔ آمین

ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک آدمی نے ساری زندگی اپنے ربّ کے احکامات کو نظر انداز کر کے اپنے اُوپر زیادتی کرتا رہا(گناہ)، اور لاعلمی کی وجہ سے، وہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف سے بھی ناواقف تھا۔ بستر مرگ پر اُسے اپنا ماضی یاد آیا تو اللہ کے خوف نے اُسے پریشان کر دیا، وہ اتنا خوفزدہ ہوا کہ اُس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب وہ مر جائے تو وہ اُس کے جسم کو جلا کر نصف راکھ زمین پر اور نصف کو سمندر میں بکھیر دے، تاکہ اُس کا کچھ نہ بچے، اور اُسے سزا کے لیے دوبارہ زندہ نہ کیا جا سکے۔ اُس نے اپنے بیٹوں سے کہا، وہ بڑا گناہ گار ہے اور قسم اللہ کی اگر اللہ نے اُسے پکڑ لیا تو وہ اُسے ایسی سزا دے گا جو اُس نے کسی کو زمین اور آسمانوں میں نہ دی ہو گی۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اُس کے بیٹوں نے اس کے جسم کو جلا کر آدھی راکھ زمین پر اور آدھی سمندر پر مختلف جگہوں میں بکھیر دی۔ اللہ نے سمندر اور زمین کو اُس کی تمام راکھ اکٹھی کرنے کا حکم دیا، اور اُس کی تمام راکھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عدالت میں پیش کی گئی۔ اللہ نے اُسے دوبارہ زندہ کیا اور پوچھا کہ اُس نے اِس طرح کی وصیت کیوں کی؟ وہ بہت خوفزدہ تھا، اُس نے کہا اے میرے آقا مجھے علم ہے کہ میں نے زمین پر کس طرح زندگی گزاری اور میں نے آپ کے خوف کی وجہ سے ایسی وصیت کی (سنن ابن ماجہ، 4255، Ref#2)۔ اللہ نے اپنی رحمت سے اُسے معاف کر دیا۔ اے اللہ، ہماری صورت حال بھی ایسی ہے، براہِ مہربانی ہمیں بھی معاف کر دے، تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔ آمین!

ایک شخص اسلام قبول کرنے کے باوجود، خفیہ طور پر ناپسندیدہ گانے گاتا تھا۔ اُس کی آواز خوبصورت تھی اور بہت سے لوگ اُس کے گرویدہ (Fan) تھے۔ گانے کی وجہ سے اُس کی آمدنی کافی تھی۔ اُس کی بیوی کا انتقال ہو گیا، اور اُس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں وہ بوڑھا ہو چکا تھا اور اُس کے دانت گر چکے تھے، لہٰذا وہ اب گا بھی نہیں سکتا تھا، جس کی وجہ سے اُس کا ذریعہ آمدن ختم ہو گیا۔ اُس نے دوستوں سے پیسے ادھار لینا شروع کیے، کچھ عرصہ تک انہوں نے اس کی مدد کی پھر مدد کرنا بند کر دی۔ بغیر پیسوں کے کئی کئی دن وہ بھوکا رہتا۔ اُس نے اپنے گزرے وقت کو یاد کرنا شروع کیا، جب وہ جوان اور وجیہہ تھا، اس کی آواز خوبصورت تھی اور اُس کے ہزاروں پرستار تھے۔ آج وہ مجبور تھا، کوئی اُسے ایک وقت کا کھانا کھلانے کا روادار نہ تھا، وہ اپنی عمر، کمزوری اور بھوک کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان تھا، اُس نے سوچنا شروع کیا کہ اگر اُس نے اپنی راتیں یادِ الٰہی میں گزاری ہوتیں تو وہ اُسے نہ دھتکارتا۔ وہ اپنی جوانی، وجاہت اور دولت کھو چکا تھا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ وہ اپنے خیالوں میں گم قبرستان میں داخل ہوا، اور ایک قبر کے قریب جھاڑی کے پاس بیٹھ گیا۔ اپنی جوانی کو یاد کرتے ہوئے اُس نے رونا شروع کر دیا اور اللہ

سبحانہ وتعالیٰ کے حضور یہ دعا کی، "اے رحیم وکریم میں اپنی جوانی کھو چکا ہوں اور تیرے دربار میں پیش کرنے کے لیے میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ میں بوڑھا ہو گیا ہوں، چھڑی کے سہارے چلتا ہوں، منہ میں دانت نہیں ہیں اور کئی دنوں سے بھوکا ہوں۔ میری بینائی اور قوتِ سماعت بھی جواب دے رہی ہیں۔ اے میرے آقا و مالک میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں اور میرے پاس افسوس اور ندامت کے علاوہ کچھ نہیں، میں قبرستان میں آ گیا ہوں تاکہ جب میرا انتقال ہو تو میں اپنی قبر کے قریب ہوں۔ اور کہا، اے اللہ مجھے معاف کر دے اور مجھے کھانا کھلا"۔ اسی حالت میں وہ سو گیا۔ جب وہ بیدار ہوا تو اُس نے دیکھا کہ ایک شخص اُس کی طرف آ رہا ہے۔ وہ حضرت عمرؓ تھے اور اپنے سر پر کچھ اٹھائے ہوئے تھے، وہ ڈر گیا کہ وہ اُسے جھڑکیں گے۔ جب حضرت عمرؓ اُس کے پاس پہنچے تو اُنہوں نے اُس بنڈل کو نیچے رکھا جو اُنہوں نے سر پر رکھا ہوا تھا اور اُس سے کہا کہ وہ اُس کے لیے کھانا لائے ہیں۔ کھانا سامنے رکھ کر اُسے کہا کہ کھاؤ۔ بوڑھا آدمی حیران تھا کہ دنیا کی واحد سپر پاور کا حکمران اُسے کھانا پیش کر رہا ہے۔ اس نے پوچھا، یا امیر المؤمنین، آپ میرے لیے کھانا کیوں لائے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے بتایا کہ دوپہر کا وقت تھا اور وہ آرام کر رہے تھے، جب خواب میں اُنہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے پیغام موصول ہوا کہ میرا ایک دوست بھوکا ہے۔ جاؤ اُسے کھانا کھلاؤ۔ اِس لیے آپؓ نے اپنی بیوی کو کہا کہ جو کچھ کھانا گھر میں ہے اُسے باندھ دو۔ اُس نے گھر میں جو کچھ تھا اُسے باندھ کر آپؓ کو دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی بیوی سے کہا کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دوست سے ملنے جا رہے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دوست ہونے کے ناطے میں نے احترام میں کھانا اپنے ہاتھوں میں نہیں اُٹھایا بلکہ اُسے اپنے سر پر رکھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، اے اللہ کے دوست براہ مہربانی کھانا کھائیے۔ بوڑھے آدمی نے سوچا چند لمحے پہلے اُس نے اللہ سے ندامت و پچھتاوے کا اظہار کیا تھا، وہ ربّ کتنا رحم دل ہے کہ اُس نے تمام گناہوں کے باوجود مجھے معاف کر دیا اور حضرت عمرؓ کو مجھے کھانا کھلانے کا حکم دیا، یہی نہیں بلکہ مجھے اپنا دوست کہہ کر پکارا۔ اس نے کہا، اے اللہ تو انتہائی رحیم ہے، وہ اتنا گڑ گڑا کر رویا کہ اُس نے حضرت عمرؓ کے سامنے دم توڑ دیا (جواہر اسلامی تاریخ، صفحہ 337)۔ اے اللہ تیری رحمت اتنی وسیع ہے کہ اِس نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے، پھر ہم کس طرح آپ کی رحمت سے مایوس ہو سکتے ہیں۔ اے اللہ، ہمیں بھی اپنا دوست بنا لے۔ آمین!

نبیؐ کے ایک صحابی غریب تھے، اُنہوں نے اپنی یومیہ مزدوری سے کچھ پیسے بچائے تاکہ وہ عیدالاضحیٰ پر قربانی کے لیے جانور خرید سکے۔ اُنہوں نے ایک دُنبہ خریدا اور خوش خوش نبیؐ کو بتانے کے لیے چلے گئے۔ وہ اتنے خوش تھے کہ اُنہوں نے جانور کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا، جس کی وجہ سے نبیؐ نے اُسے کہا کہ وہ اپنا جانور

اُنہیں دکھائے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے کندھوں کے گرد چادر لپیٹے اور اس میں کسی چیز کو پکڑے ہوئے آئے۔ جب انہوں نے نبیؐ کو دُنبہ دکھایا تو وہ بہت کمزور تھا اور اُس کی عمر بھی کم تھی۔ نبیؐ ناراض ہوئے اور اس کو کہا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب صورت ہے اور خوب صورت چیز کو پسند کرتا ہے۔ آپؐ نے اسے کہا اِسے لے جاؤ ایسے جانور کی قربانی نہیں ہوتی۔ اِس بات سے اُس کا دل ٹوٹ گیا۔ اُس نے ایک ہاتھ میں دُنبہ اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھا۔ جیسے ہی اس نے چلنا شروع کیا۔ عرش باری تعالیٰ کانپنا شروع ہو گیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو بھیجا کہ وہ نبیؐ کو بتائیں کہ وہ صحابی کو بتائیں کہ اُس کے جانور کی قربانی قابلِ قبول ہے اور یہ بھی بتایا کہ اگر تمام اہل مدینہ کے لوگوں کے اجر کو اکٹھا کر دیا جائے تو اس کی قربانی کا اجر اُن سے زیادہ ہے۔ صحابی نے پوچھا کہ کیا قانون میں یہ رعایت سب کے لیے ہے یا صرف میرے لیے خاص ہے؟ نبیؐ نے فرمایا نہیں یہ صرف تمہارے لیے ہے (جواہر اسلامی تاریخ، صفحہ 226)۔ اے اللہ تیری محبت و شفقت بے مثال اور لا محدود ہے۔ براہ کرم اپنی رحمت کی بارش ہماری طرف بھی بھیج۔ آمین!

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاں سب سے محبوب عمل وہ ہے جو باقاعدگی کے ساتھ کیا جائے خواہ وہ انتہائی معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ یہ کہانی امام جوزیؒ کی، امام احمد بن حنبلؒ پر تصنیف سے لی گی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اپنے زمانہ میں امت مسلمہ کے مشہور ترین آدمی تھے۔ وہ اتنے مقبول تھے کہ بغیر میڈیا اور تیز ذرائع آمد و رفت کے، اُن کی نماز جنازہ کا اجتماع سب سے بڑا تھا۔ جس دن اُن کا انتقال ہوا، اُسی دن اُن کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے تیرہ لاکھ افراد آئے اور اُن کی تدفین ہوئی۔ امام صاحب اکثر علم حاصل کرنے کے لیے دور دراز کا سفر کرتے تھے تاکہ صاحبِ علم لوگوں سے ملیں۔ وہ بہت ہی حلیم الطبع انسان تھے، اور اکثر اپنے چہرے کو چھپا کر رکھتے تھے تاکہ لوگ اُن کو پہچان کر منبر پر نہ بٹھا دیں۔ اُنھوں نے ایک واقعہ بیان کیا کہ وہ ایک دن شام کی طرف سفر کر رہے تھے، تو رات بسر کرنے لیے ایک مسجد میں گئے۔ مسجد کے چوکیدار نے اُنہیں رات گزارنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور مسجد کو بند کرنا شروع کر دیا، امام صاحب نے اپنا سامان اٹھایا اور مسجد کے دروازے کے تھڑے پر لیٹ گئے۔ چوکیدار آیا اور کہا کہ ہٹو، تم یہاں پر بھی نہیں سو سکتے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ اِن کے پاس رات بسر کرنے کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ چوکیدار نے امام احمدؒ کو ٹانگوں سے گھسیٹتے ہوئے گلی کے وسط میں چھوڑ دیا۔ گلی کے بالکل دوسری جانب ایک نان بائی کی بیکری تھی، اس نے یہ سب کچھ دیکھا تو وہ امام احمدؒ کے پاس آیا اور اُنہیں پیشکش کی کہ جب تک وہ کام کر رہا ہے وہ اُس کی بیکری میں سو سکتے ہیں۔ امام احمدؒ اُس کی بیکری میں لیٹ گئے اور دیکھا کہ وہ کام کرتے ہوئے سبحان اللہ! الحمد للہ! لا اِلٰہ! اللہ اکبر کا مسلسل ذکر

کر رہا ہے۔ وہ تمام رات اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا رہا۔ امام صاحب کو حیرانی ہوئی کیونکہ اکثر لوگ چند منٹوں کے بعد تھک جاتے ہیں۔ امام احمدؒ نے اُس سے سوال کیا کہ وہ کتنے عرصہ سے تسبیح کر رہا ہے؟ نان بائی نے کہا اُس نے تمام زندگی تسبیح کی ہے۔ امام صاحب نے اس سے پوچھا کہ اُسے جنت کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا ملا۔ اُس نے کہا کہ اُس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے کبھی کسی چیز کے لیے دعا نہیں کی، اللہ بن مانگے اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے۔ امام احمدؒ نے کہا سبحان اللہ! آپ نے کبھی اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگی اور اللہ بن مانگے آپ کی خواہش پوری کرتا ہے۔ اس نے کہا ہاں! پھر اُس نے توقف کیا اور کہا سوائے ایک چیز کے، امام احمدؒ نے کہا وہ کیا خواہش ہے۔ اُس نے کہا اُس کی خواہش ہے کہ وہ امام احمد بن حنبلؒ سے ذاتی طور پر ملاقات کرے۔ امام احمد پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور اُسے گلے لگایا اور کہا یہ احمد بن حنبل ہے جسے آپ سے ملاقات کروانے کے لے مسجد سے نکال دیا گیا اور ٹانگوں سے گھسیٹ کر آپ کی دہلیز پر پھینک دیا گیا تاکہ آپ اُس سے مل لیں۔ اے اللہ۔۔۔ یہ ہے ہمارا مالک اللہ۔ اے اللہ، ہمیں بھی اپنا دوست بننے کے قابل بنا دے۔ اے اللہ، ہم تجھ سے راضی ہیں تو بھی ہم سے راضی ہو جا۔ آمین!

بنی اسرائیل میں کفل نامی ایک شخص تھا جو بہت بدکار تھا۔ اُس نے ایک انتہائی خوب صورت عورت دیکھی اور اُسے اس کے ساتھ زنا کے عوض ساٹھ دینار کی پیشکش کی، وہ راضی ہو گئی۔ جب وہ اُس کے پاس گیا وہ کانپنے لگی۔ کفل نے اُس سے کہا کہ کیا اُس نے اُسے اِس کام کے لیے مجبور کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا، نہیں، اور کہا کہ اصل وجہ یہ ہے کہ اُس نے اِس سے پہلے یہ کام کبھی نہیں کیا۔ لیکن غربت اور بھوک اُسے یہاں لے آئی ہے۔ اِس کے تین بہن بھائی، تین دن سے بھوکے ہیں۔ کفل نے کہا تم نے جو کچھ کیا وہ غربت سے مجبور ہو کر کیا۔ کفل نے کہا جاؤ اور ساٹھ دینار بھی لے جاؤ۔ کفل نے اپنے آپ سے کہا کہ وہ اب کبھی دوبارہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرے گا۔ ندامت و توبہ کرنے کے بعد اُسی رات کفل کا انتقال ہو گیا۔ صبح کے وقت اُس کے مکان میں داخل ہونے والے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کفل کو معاف کر دیا ہے (تفسیر قرطبی، جلد ۱۱، صفحہ 328، Ref#5)۔ اے اللہ، ہمیں بھی معاف فرما۔ آمین!

حضرت حسن بصریؒ کی ایک خاتون شاگرد تھی، اس کا ایک جوان بیٹا تھا اور وہ گناہوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ اُس نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا کہ اُسے کیا کرنا چاہیے، حضرت حسن بصری اُسے مشورے دیتے کہ فلاں فلاں طریقہ سے اُسے نصیحت کریں لیکن نتیجہ بے سود نکلتا۔ ہر چند دن بعد اُس کی ماں حضرت حسن بصریؒ سے کہتی کہ اُس کے بیٹے کے لیے دعا کریں کہ اللہ اُسے ہدایت دے۔ حسن بصریؒ طویل عرصہ تک اُس کے بیٹے کے

لیے دعا کرتے رہے یہاں تک کہ وہ ناامید ہو گئے، اور سوچا کہ لڑکا کبھی اپنی اصلاح نہیں کرے گا۔ ایک دن لڑکا بیمار ہو گیا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُس کی بیماری بڑھتی گئی۔ موت کو قریب دیکھتے ہوئے لڑکے نے اپنی والدہ کو بلایا اور کہا کہ اُس کے پاس بہت تھوڑا وقت رہ گیا ہے۔ وہ خود حسن بصریؒ کے پاس نہیں جا سکتا اور آپ مجھے اُٹھا کر لے کر نہیں جا سکتیں۔ لہٰذا آپ حسن بصریؒ کے پاس جائیں اور اُنہیں کہیں کہ وہ ہمارے ہاں آئیں اور مجھے بتائیں کہ کس طرح ندامت کا اظہار اور توبہ کروں، اور جب میرا انتقال ہو تو وہ میری نماز جنازہ بھی پڑھائیں۔ ماں بھاگ کر شیخ کے پاس پہنچی، اُن کو بتایا کہ اُس کے بیٹے کی حالت بگڑ رہی ہے اور وہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ اللہ سے اظہار ندامت اور توبہ کا طریقہ سیکھ سکے، اور یہ کہ اس کی وفات پر آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ حسن بصریؒ اُس وقت حدیث کی تعلیم اور سوالات کے جواب دے رہے تھے، انہوں نے اپنے تئیں سوچا کہ وہ اپنے اطوار کی اصلاح کبھی نہیں کرے گا۔ انہوں نے اس کی ماں کو کہا کہ اپنے بیٹے سے کہے کہ وہ نہیں آ سکتے اور نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے کوئی اور آدمی ڈھونڈ لیں۔ جب نوجوان نے اپنی والدہ سے یہ سنا تو اُسے بہت دکھ ہوا، تب اُسے احساس ہوا کہ وہ اتنا برا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ جیسے لوگ اُس سے ناامید ہو گئے ہیں۔ نوجوان نے اپنی والدہ سے کہا کہ اگر حسن بصریؒ میرا جنازہ پڑھانے کے لیے تیار نہیں تو آپ میری وصیت توجہ سے سنیں۔ ماں نے پوچھا بیٹا تمہاری وصیت کیا ہے۔ اس نے کہا امی جب میری روح میرے جسم سے پرواز کر جائے تو اپنا دوپٹہ میری گردن میں ڈالنا اور مجھے سڑک پر گھسیٹنا تاکہ لوگ دیکھ لیں کہ اللہ کے نافرمان کو گردن سے پکڑ کر گھسیٹا جا رہا ہے۔ اُس نے اپنی ماں سے کہا، ہو سکتا ہے کہ اِس عمل کی وجہ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُسے معاف کر دیں، جوں ہی اُس نے اپنی بات مکمل کی اُس کی روح اُس کے کے جسم سے پرواز کر گئی۔ اُس کی ماں روتے ہوئے اپنے بیٹے کی وصیت کے متعلق سوچ رہی تھی کہ کیا کرے۔ تھوڑی دیر بعد کسی نے دروازے پر دستک دی۔ ماں نے جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت حسن بصریؒ کھڑے تھے، اُس نے شیخ سے پوچھا کہ وہ کیوں آئے ہیں؟ اُنہوں نے اس کی ماں کو بتایا کہ جب آپ وہاں سے چلی گئیں تو میں سو گیا، جوں ہی میں سویا تو مجھے اللہ کا پیغام ملا جس میں اللہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ تم میرا دوست ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور تم نے میرے دوست کا جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔ میں جاگ گیا اور میں نے اندازہ کیا کہ آپ کے بیٹے کو معاف کر دیا گیا ہے۔ اے اللہ تیری رحمت ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اے اللہ ہمیں بھی معاف کر دے، ہمارا تیرے علاوہ کوئی نہیں۔ آمین!

اے ابن آدم، جو کوئی بھی تقویٰ (اللہ کا خوف) اختیار کرتا ہے، وہ ہمیشہ مجھے یاد رکھتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اُس کے معاملات کو اُس کے لیے آسان بنا دیتے ہیں۔ اگر کسی کو خاندانی مسائل کا سامنا ہو تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اُس کے لیے اُنہیں آسان بنا دیتے ہیں۔ اگر کسی کو مالی مسائل ہوں تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اُس کے لیے اسباب پیدا کر دیتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے: جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا۔ اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اُس کا گمان بھی نہ جاتا ہو۔ جو اللہ پر بھروسا کرے اس کے لیے وہ کافی ہے، اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر (وقت) مقرر کر رکھی ہے (65:2-3)۔ حاتم العصام نامی ایک شخص تھا۔ ایک دن وہ اپنے گھر والوں کے پاس آیا اور کہا کہ وہ حج پر جانا چاہتا ہے (اُن دنوں سفر میں کئی مہینے لگ جاتے تھے) اور اُس کے پاس اپنے اہل خانہ کے لیے ضرورت کے مطابق سامان زیست نہیں ہے۔ اُس نے اُن کی رائے مانگی؟ بیوی نے کہا یہ کام پھر کسی وقت کر لینا جب اُس کے پاس ذرائع ہوں گے۔ اُس کی بیٹی خاص تھی، **اس نے کہا اباجان، اللہ سبحانہ و تعالیٰ پالنے والا ہے جو سب سے زیادہ طاقتور اور بااختیار ہے،** آپ حج پر جائیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمارے لیے رزق مہیا کرے گا۔ اس طرح حاتم نے ہمت کی اور حج پر چلا گیا۔ چند ہفتوں کے بعد سامان زیست ختم ہو گیا۔ لڑکی کی والدہ اور بہن بھائیوں نے کہا، تمہارا چھوٹا منہ اور بڑی بات، اب کیا کرنا ہے۔ چھوٹی بچی پچھلے کمرہ میں چلی گئی اور ہاتھ اوپر اُٹھائے اور دعا کی، "اے اللہ تیرا فرمان ہے اور تیرا فرمان سچا ہے، جو کوئی تجھ سے ڈرتا ہو اور تیرا شعور رکھتا ہو تو، تو اس کے لیے راستہ نکالتا ہے اور ایسے ذرائع سے مہیا کرتا ہے جو وہم و گمان میں بھی نہ ہو"۔ اُس کے ہاتھ ابھی دعا کے لیے اوپر ہی تھے کہ دروازہ پر دستک ہوئی، وہ باہر گئی اور دروازہ کھولا، وہاں گورنر کے مصاحبین میں سے ایک محافظ کھڑا تھا جس نے کہا کہ گورنر صاحب کو پیاس لگی ہے، اور درخواست کی کہ تھوڑا پانی مہیا کرے؟ وہ گئی اور پانی لے کر آئی جیسے اُس نے اچھے سے پیش کیا۔ آدمی گورنر کے پاس پانی لے گیا۔ گورنر نے پانی پیا تو اُسے اِس سے راحت و مسرت ملی، اللہ ربّ العزت نے اُس میں راحت و مسرت شامل کر دی۔ گورنر نے پوچھا کہ اس نے یہ پانی کہاں سے حاصل کیا؟ اس نے کہا کہ حاتم کے گھر سے۔ وہی مشہور و معروف حاتم؟ ہاں۔ گورنر نے کہا کہ ہمیں جا کر اُسے سلام کرنا چاہیے۔ جب اُسے پتا چلا کہ وہ حج پر گیا ہوا ہے تو گورنر نے کہا کہ پھر ہمارا فرض ہے کہ ہم اُس کے گھر والوں کی دیکھ بھال کریں۔ اس نے اپنا سونے کی اشرفیوں کا تھیلا لیا اور اُسے حاتم کے گھر کے اندر پھینک دیا۔ چونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اِس میں اضافہ کرنا چاہتا تھا، اِس لیے گورنر نے اپنے مصاحبوں کی طرف دیکھا اور کہا کہ جو کوئی، مجھ سے محبت کرتا ہے وہ بھی یہی کرے جو میں نے

کیاہے۔اُن سب نے سونے کی اشرفیوں کی تھیلیاں حاتم کے گھر پھینک دیں۔جب حاتم کے گھر میں ادھر اُدھر سونے کی اشرفیاں بکھری ہوئی تھیں تو چھوٹی بچی نے رونا شروع کر دیا۔ماں نے کہا تیرا برا ہو ہم غریب تھے اور مر رہے تھے تو تُو خوش تھی۔اب دولت آگئی ہے اور تُو رو رہی ہے۔ چھوٹی بچی نے کہا،اے اللہ، یہ تو ہے سات آسمانوں کا مالک، جو چاہے وہی کرتا ہے۔جب تو نے ایک لمحہ کے لیے ہم پر اپنی رحمت کی نظر ڈالی تو دیکھ کیا ہو گیا۔ تیری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔اے اللہ ہمیں بھی اپنی محبت اور رحمت سے نواز۔اے اللہ ہمیں معاف کر دے۔آمین!

ایک عالم ایک نوجوان کے ساتھ حج پر گیا۔احرام پہننے کے بعد عالم نے تلبیہ پڑھا لبیک اللھم لبیک (اے اللہ سبحانہ وتعالیٰ میں تیری خدمت میں حاضر ہوا۔اے اللہ سبحانہ وتعالیٰ میں تیری خدمت میں حاضر ہوا) آسمان سے ایک آواز سنائی دی، جو کہہ رہی تھی کہ تیری حاضری قبول نہیں،اور تیری خدمت کی ضرورت نہیں۔ نوجوان نے عالم سے پوچھا، کیا اُس نے سنا جو اُس نے سنا ہے۔عالم نے جواب دیا کہ وہ یہ آواز پچھلے چالیس سال سے سن رہا ہے۔نوجوان نے کہا کہ پھر اپنے آپ کو کیوں مشقت میں ڈال رہے ہو؟ عالم نے رونا شروع کر دیا اور کہا کہ وہ کہاں جائے، اُس (اللہ سبحانہ وتعالیٰ) کے دروازے کے علاوہ کوئی اور دروازہ نہیں ہے۔ جوں ہی عالم نے یہ بات کہی آسمان سے آواز آئی کہ تیری حاضری بھی قبول ہے، تیری خدمت بھی قبول ہے(تفسیر روح البیان، جلد 10، Ref#6)۔ یہ ہے میرا ربّ، آپ کا ربّ، جس کی رحمت ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔اے اللہ، جہنم کی آگ بد ترین جگہ ہے، ہم خوف میں مبتلا ہیں اور تیری نظر رحمت کے طلب گار ہیں۔اے اللہ، ہم تیری کبھی نہ ختم ہونے والی رحمت کے حریص ہیں۔اے اللہ، ہمیں معاف فرما۔ صرف تیری ذات ہماری واحد امید ہے، ہماری ندامت وتوبہ کو قبول فرما۔آمین !

حضرت موسیٰؑ کے عہد میں ایک آدمی تھا، وہ توبہ کے بعد گناہ کر بیٹھتا۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو کہا کہ وہ نوجوان کو بتائیں کہ وہ اپنے عہد پر قائم رہے، ورنہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُس کی توبہ قبول نہیں کریں گے اور اُسے سزا دیں گے۔ حضرت موسیٰؑ نے اُس آدمی تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا۔اُس نے چند ماہ گناہ سے کنارہ کشی کی اور پھر سے گناہ کرنے لگا۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو کہا کہ نوجوان کو بتاؤ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے ناراض ہیں اور اُسے معاف نہیں کرینگے۔ جب موسیٰؑ نے اُسے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تو وہ نوجوان صحرا میں چلا گیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پکارا کر کہنے لگا،"اے اللہ یہ کیا پیغام تو نے مجھے موسیٰؑ کے ذریعے پہنچایا ہے، کیا تیرے عفو ودر گزر کے خزانے ختم ہو گئے ہیں، کیا میرا کوئی گناہ تیری رحمت سے بڑھ گیا ہے جو نا

قابل معافی ہیں۔ تو مجھے کیسے معاف نہیں کرے گا، جبکہ کریمی تیری صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اگر تو اپنے بندوں کو ناامید کر دے گا تو وہ کس کے دروازہ پر دستک دیں گے۔ اگر تو اُنہیں دھتکار دے گا تو وہ کہاں جائیں گے۔ اے اللہ اگر تیرے بندوں کے لیے تیری رحمت ختم ہو گئی ہے تو پھر مجھ اکیلے کو سزا دے ہر شخص کے گناہ مجھ پر ڈال دے۔ اے اللہ میں اِن سب کی طرف سے سزا کے لیے تیار ہوں"۔ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو کہا کہ اُس نوجوان کو بتاؤ کہ اگر اُس کے گناہ زمین و آسمان کو بھر دیں تو اُس کی اِس دعا کے بعد وہ اُنہیں معاف کر دے گا۔ اُسے حقیقی معنوں میں میری رحمت اور درگزر کی سمجھ ہے۔ اے رحمان، اے کریم، براہِ کرم، براہِ کرم ہم پر بھی تیری رحمت کی ایک نظر ہو... آمین!

ایک دفعہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سوائے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی محبت و رحمت کے، کسی کے لئے اُس کے اعمال اُس کی نجات کا ذریعہ نہیں ہوں گے۔ صحابہ میں سے ایک نے رسول اللہؐ سے سوال کیا۔ اے اللہ کے رسول، آپ بھی نہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں، میرے اعمال بھی میرے لیے کافی نہیں جب تک اللہ مجھے اپنی رحمت کی چادر میں نہ لے لے (سنن ابن ماجہ، 4201، Ref#16)۔ احادیث کی کتابوں میں حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ ہمارے پاس آئے اور کہا اُس ربّ کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، پھر ایک شخص کا واقعہ بیان کیا جو منافقت سے بچنے کے لیے ایک ایسے جزیرہ میں چلا گیا تھا جہاں کوئی نہیں رہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اُس کی بندگی و عبادت صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے ہو۔ وہ جزیرہ سینکڑوں میل تک پانی میں گھرا ہوا تھا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کے لیے پہاڑ سے میٹھے پانی کا چشمہ جاری کیا اور جزیرہ میں موجود انار کے درخت نے روزانہ اس کے لیے پھل دینا شروع کر دیا۔ وہ شام کو نیچے آتا، وضو کرتا، انار کھاتا اور نماز کے لیے کھڑا ہو جاتا تھا۔ اُس نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا کی کہ اس کی موت سجدہ کی حالت میں ہو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کر لی اور سجدہ کی حالت میں اس کا انتقال ہوا۔ جبرائیلؑ نے بتایا کہ انھوں نے اُسے ہمیشہ سجدہ میں دیکھا۔ جب اُسے دوبارہ زندہ کیا گیا، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سامنے پیش کیا گیا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حکم دیا کہ اُسے میری رحمت سے جنت میں داخل کر دو۔ وہ کہے گا نہیں، مجھے میری عبادت اور میرے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل کرو۔ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ ترازو قائم کرنے کا حکم دیں گے۔ آنکھ کی نعمت اُس کی پانچ سو سال کی عبادت پر بھاری ہو جائے گی۔ اسے جہنم میں پھینکنے کا حکم صادر ہو گا۔ جب اُسے جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہو گا، وہ پکارے گا، اے اللہ میں تیری رحمت کا طلب گار ہوں، مجھے جنت میں بھیج دے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اُسے واپس بلائیں گے، اور اس سے پوچھیں گے، اے میرے بندے تیرا کوئی وجود نہ تھا، تجھے کس نے پیدا کیا؟

وہ کہے گا، تونے میرے مالک۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سوال کریں گے۔ کس نے تمہیں پانچ سو سال تک عبادت کرنے کی ہمت وطاقت عطا کی؟ وہ کہے گا، تونے مالک۔ کس نے میٹھے پانی کا چشمہ جاری کیا،اور کس کے حکم سے انار کا درخت ہر روز پھل دیتا تھا، جبکہ وہ سال میں ایک دفعہ پھل دیتے ہیں؟ وہ کہے گا، تونے میرے مالک۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہاری روح اُس وقت نکالنا جب تم سجدہ میں ہو، یہ اُس وقت نکالی گئی جب تم سجدہ میں تھے۔ یہ سب کچھ کس نے کیا؟ وہ کہے گا آپ نے میرے آقا ومالک۔ یہ سب میری رحمت کی وجہ سے ہے اور میں اپنی رحمت سے تجھے جنت میں داخل کررہاہوں۔ اے اہل ایمان اُس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اخلاص کے ساتھ عبادت کی تھی، میں اپنی عبادات کو جانتاہوں میری نظر میں اُن کا کوئی وزن نہیں۔ دنیاوی بادشاہ میری عبادات کو منفی نمبر دیں گے۔ اللہ کو علم ہے کہ میں نماز میں کہاں ہوتاہوں، اُس سے میری کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ یہ اُس کی رحمت ہے جس پر میرا انحصار ہے۔ اے اللہ، تیری رحمت ہمارے گناہوں سے بہت بڑی ہے، ہمیں اپنے اعمال کا نہیں تیری رحمت کا اسرا ہے۔ اے اللہ، تیری رحمت ہمارے گناہوں سے بہت بڑی ہے، ہمیں اپنے اعمال کا نہیں تیری رحمت کا اسرا ہے۔ اے اللہ، تیری رحمت ہمارے گناہوں سے بہت بڑی ہے، ہمیں اپنے اعمال کا نہیں تیری رحمت کا اسرا ہے۔ اے اللہ، ہمیں معاف کردے ہم تیری رحمت کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ اے اللہ ہماری ندامت وتوبہ کو قبول فرما۔ آمین

بنی اسرائیل میں ایک بدقماش آدمی تھا۔ کوئی ایسا گناہ نہیں تھا جس کا اس نے ارتکاب نہ کیاہو۔ شہر کے تمام لوگ اس سے پریشان اور بیزار تھے۔ انہوں نے اسے شہر سے نکال دیا تھا،اور اُس کا شہر میں داخلہ بند تھا۔ اُس نے ایک اُجڑی ہوئی جگہ میں رہنا شروع کردیا۔ اُس کی خوراک درخت کے پتے تھے۔ پھر وہ سخت بیمار پڑ گیا۔ وہ بہت پریشان ہوا کیونکہ نہ کوئی ڈاکٹر تھا، نہ کوئی دوا، نہ کوئی خوراک، نہ کوئی اس کا خیال رکھنے والا، نہ کوئی دوست اور نہ ہی کوئی اس کے دکھ سننے والا۔ وہ بالکل تنہا تھا اور مر رہا تھا۔ اُس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پکارنا شروع کیا اور آسمان کی طرف دیکھا اور کہا: "اے اللہ، تیری خدائی میں اضافہ نہیں ہوگا اگر تو مجھے سزادے، نہ ہی کمی ہوگی اگر تو مجھے معاف کردے، تو دیکھ سکتاہے کہ میرا کوئی نہیں۔ ہر کوئی مجھے چھوڑ چکاہے، کیونکہ میں بہت بڑا گناہ گار ہوں۔ اے اللہ، تو گناہ گاروں کی دعاؤں کو سنتاہے تونے اعلان کیاہے کہ گناہ گار مجھ سے ناامید نہ ہوں اور تو العفو ہے، تو الکریم ہے، تو سب سے در گزر کرنے والا، سب پر رحم کرنے والا، اور تو سب گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ اے اللہ، اپنی رحمت ومحبت سے مجھے معاف فرما، اور میرے گناہوں کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ اے اللہ، تیرے سوا میرا کوئی حامی ومددگار نہیں۔ اے اللہ، اِس گناہ گار بندے کو مایوس نہ

کرنا"۔اُس نے اتنے دکھ اور کرب کے ساتھ توبہ کی کہ اُس کی روح اُس کے جسم سے پرواز کر گئی اور وہ فوت ہو گیا۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے موسیٰؑ کو وحی کی کہ اُس کے ایک دوست کا انتقال ہو گیا ہے،اس لیے وہاں جایئے اور اس کو غسل دیجیے،اس کا جنازہ پڑھایئے اور اس کی تجہیز و تکفین کیجیے،تاکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُسے جزادیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کردو جو بھی اِس کا جنازہ پڑھے گا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیں گے۔لوگ ایک ولی اللہ کی تجہیز و تکفین میں شامل ہونے کے لیے اپنے گھروں سے جوق در جوق باہر نکل آئے۔جب وہ اس جگہ پر پہنچے جہاں ولی اللہ کا انتقال ہوا تھا،اُنہوں نے اُسے فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی آدمی ہے جسے اُنہوں نے شہر بدر کیا تھا۔حضرت موسیٰؑ بھی حیران ہوئے،کہ یہ وہی بدقماش آدمی ہے جو گناہ کیے بغیر رہ نہیں سکتا تھا،اور اُس کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وحی بھیجی ہے کہ وہ اُس کا دوست ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے موسیٰؑ کو پھر وحی کی اور اُنہیں بتایا کہ جب وہ بے بسی کی حالت میں تھا تو اُس نے اخلاص کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔اُس نے اِس طرح ندامت کی کہ اُس نے میری رحمت کو جگادیا۔ **اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے موسیٰؑ کو کہا کہ وہ کنجوس واقع ہوا تھا،اگر وہ سب کے لیے دعا کرتا تو میں سب کو بخش دیتا** (جواہر اسلامی تاریخ، صفحہ 335)۔اے اللہ، ہم تجھ سے کس طرح مایوس ہو سکتے ہیں،اے اللہ ہمیں تیری رحمت کی ضرورت ہے،براہ کرم ہم پر اپنی رحمت کی بارش فرما اور ہمیں معاف کر دے۔آمین!

صحابہ کرامؓ میں سے ایک شخص تھا،وہ باتیں کرتے، مسکراتے ہوئے اچانک رونا شروع کر دیتا اور بے ہوش ہو جاتا تھا۔صحابہ کرامؓ نے اُس کے متعلق نبیﷺ کو بتایا اور قرآن کی آیات کا پوچھا جن کی تلاوت اُس پر کی جا سکے۔ رسول اللہﷺ نے اُس آدمی کو بلایا اور اُسے ایک طرف لے گئے۔اور پوچھا بھائی آپ کے ساتھ کیا ہوا؟اُس صحابی نے آپﷺ سے کہا اے اللہ کے رسولﷺ میں کسی کو کبھی نہ بتاتا،اب آپﷺ نے پوچھا ہے تو مجھے آپﷺ کو بتانا پڑے گا۔ قبول اسلام سے پہلے میری ایک بیٹی تھی،جب وہ پیدا ہوئی تو میں بھی اپنی روایت کے مطابق اُسے دفن کرنا چاہتا تھا۔اپنے ثقافتی روایت کے مطابق مجھے خوف تھا کہ جب اُس کی کسی سے شادی ہو گی تو یہ میرے خاندان کے لیے باعثِ شرم ہو گا۔بیٹی کی محبت مجھ پر غالب آگئی اور میں اُسے دفن نہ کر سکا۔سال در سال گزرتے چلے گئے اور میں اپنی بیٹی کو بڑا ہوتے دیکھ رہا تھا،اور وہ دن آگیا جب وہ بلوغت کو پہنچ گئی،وہ اب بچی سے خاتون بننے والی تھی۔وہ کہنے لگا کہ اُسے ڈرونے خواب آنے شروع ہو گئے،مجھ پر پژمردگی اور مایوسی چھا گئی،میرے اندر ثقافتی عصبیت پھر جاگ اٹھی۔ہر روز وہ اُسے ختم کرنے کا سوچتا،لیکن اُس کی محبت اسے روک لیتی۔آخر کار ایک دن وہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا،اے اللہ کے رسولﷺ میں نے اُس کی والدہ کو کہا کہ

اُسے صاف ستھرے کپڑے پہنائے، بالوں کو کنگھی کرے، اس کے چہرے کی نفاست سے آرائش کرے اور اُسے بتائے کہ اُس کا والد اُسے پارٹی پر لے کر جائیگا۔ اس کی ماں سمجھ گئی، اور وہ اسے تیار کرتے ہوئے رو رہی تھی۔ بیٹی نے ماں سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اس نے جواب دیا کوئی بات نہیں۔ اُسے خوف تھا کہ میں اُسے ماروں، پیٹوں گا اور حتیٰ کہ میں اُسے قتل بھی کر دوں گا۔ شام کو میں اپنی بیٹی کو لینے آیا، تو اُس کی ماں نے میرا ہاتھ پکڑا سر گوشی میں کہا کہ اُس کے اعتماد کو ضائع نہ کرنا، تمہاری بیٹی کو تم پر اعتماد ہے۔ ایک لمحہ کے لئے میرا دل کانپا، لیکن پھر عصبیت غالب آگئی، میں اپنی بیٹی کو دور لے گیا۔ راستہ میں وہ میرے ارد گرد کھیلتی رہی، یہ سوچتے ہوئے کہ میں اُس سے محبت کرتا ہوں۔ جب میں ایک گہرے کنویں پر پہنچا جس کی تہہ میں تیز نوک دار چٹانیں تھیں، اُس وقت اچانک مجھ پر ثقافتی عصبیت غالب آگئی اور میں نے اپنی بیٹی کو پکڑ کر کنویں میں پھینک دیا۔ جب وہ نیچے گر رہی تھی وہ روتے ہوئے بولی، بابا اعتماد کو ضائع نہ کرنا، اور اُس کی آواز مدہم مدہم ہو کر خاموش ہو گئی، وہ مر گئی۔ اُس نے رسول اللہ ؐ کی طرف دیکھا، آپؐ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی تھی۔ آپؐ نے اُس سے کہا کہ اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھے تمہارے اسلام قبول کرنے سے پہلے کیے گئے گناہوں پر سزا دینے کی اجازت دیتا تو میں تم سے ابتداء کرتا (سنن الدارمی، نمبر 2، Ref#17)۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسلام لانے سے پہلے کے تمام گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔ اے اللہ.... ہمارا کیا بنے گا، ہمیں بھی معاف کر دے۔ آمین

ایک شخص شراب میں رات بھر دھت رہتا، جب نمازی فجر کے لیے مسجد میں جاتے تو وہ اُن کو گالیاں دیتا، اور اُن سے بدسلوکی کرتا۔ پھر ایک رات، اُس کے لیے تبدیلی کی رات تھی، جس نے اُس کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا۔ اُس دن اُس کو فجر کے وقت مسجد میں دیکھا گیا، لوگ سمجھے کہ راستہ بھول گیا ہے۔ اگلی رات وہ پھر مسجد میں تھا، امام مسجد اُس کے پاس گئے اور اُس سے کہا کہ وہ اپنی کہانی سنائے۔ آدمی نے کہا کہ ایک رات جب لوگ مسجد کی طرف جا رہے تھے تو میں نے اذان کی آواز غور سے سنی جو کہہ رہی تھی، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اذان کی یہ صدا میرے دل کو لگی، مجھے اپنی اس حالت پر بہت ندامت ہوئی، اور میں اپنے کئے پر شرمندہ ہوا۔ میں نے بھاگ کر اپنے آپ کو کمرے میں بند کر لیا۔ وہ کہنے لگا کہ میں اپنے گھٹنوں کے بل جھکا اور خالق کائنات کے حضور عاجزی اور انکساری کے ساتھ سجدہ میں گر گیا، اُس ذات کے حضور جس کے ہاتھوں میں طاقت و قوت ہے۔ وہی اللہ اگر چاہے تو لمحے میں پوری کائنات کو تباہ کر سکتا ہے، ہوا، پہاڑ اور تمام آسمان اور زمین اُس کے سپاہی ہیں، اُس کے سوا کسی کو اُس کے سپاہیوں کا علم نہیں۔ وہ اپنے ربّ کے حضور عاجزی وانکساری کے ساتھ گر گیا، اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے اور کہا، "اے میرے ربّ میرے

اور تیرے درمیان ایک رکاوٹ ہے، میں اسے توڑ نہیں سکتا، لیکن میں جانتا ہوں کہ تو اُسے توڑ سکتا ہے"۔ اس نے کہا کہ جوں ہی میں نے یہ کہا رکاوٹ ٹوٹ گئی، اور میرے دل میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت آ گئی اور فجر کے وقت میں مسجد میں تھا۔ سبحان اللہ ! اے اللہ ہمیں اپنا نادم بندہ بنا لے اور ہمیں معاف کر دے۔ آمین !

ان واقعات کو پڑھنے کے بعد بھی اگر کوئی شخص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت سے نااُمید ہوتا ہے تو پھر اپنی تباہی کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ ہمارا آقا و مالک ہمیں بُلا رہا ہے، وہ ہمارا انتظار کر رہا ہے کہ ہم اُس کی طرف لوٹ آئیں کیونکہ وہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ اے لوگو، اے اہلِ اسلام، لوٹ آؤ اُس کی طرف، وہ ہم سے محبت کرتا ہے، وہ ہمیں معاف کر دے گا۔ اللہ ہم سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا سوائے ایک اخلاص والی معافی و معذرت کے۔ ایک مختصر سی کہانی کچھ اس طرح ہے ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک نوجوان کو بڑی شدت کے ساتھ روتے ہوئے دیکھا۔ آپؓ نے نوجوان سے پوچھا کہ وہ کیوں رو رہا ہے۔ اُس نے کہا کہ اُس نے انتہائی کریہہ جرم کیا ہے اور اُسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے غیض و غضب کا ڈر ہے۔ اُس نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ وہ بہت پریشان ہے، اور وہ ان کا مشکور ہو گا اگر وہ اس کی نبیؐ سے ملاقات کرا دیں۔ حضرت عمرؓ رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوئے، تو آپ رو رہے تھے۔ نبیؐ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا تم کیوں رو رہے ہو ؟ اُنہوں نے کہا، اے اللہ کے محبوبؐ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آ رہا تھا کہ راستے میں ایک نوجوان کو دھاڑیں مار مار کر روتے ہوئے دیکھا اور میں اپنے آنسو نہیں روک سکا۔ رسول اللہؐ نے حضرت عمر کو اجازت دے دی کہ اُسے اندر لے آئے۔ نوجوان اندر آیا اور اُس نے پھر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا، نبیؐ نوجوان کو ایک کونے میں لے جا کر اس سے رونے کی وجہ پوچھی۔ وہ کہنے لگا کہ اُس سے انتہائی کراہت آمیز گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ رسول اللہؐ نے پوچھا کیا تمہارا گناہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے آسمانوں سے بڑا ہے ؟ اُس نے کہا، اے اللہ کے رسولؐ، میرا جرم اِس سے بھی بڑا ہے، رسول اللہؐ نے پوچھا کیا تیرا گناہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عرش سے بھی بڑا ہے ؟ اُس نے کہا، اے اللہ کے رسول میرا جرم اِس سے بھی بڑا ہے۔ رسول اللہؐ نے پوچھا کیا تم نے شرک کیا ہے ؟ وہ کہنے لگا، اے اللہ کے رسولؐ میں نے شرک نہیں کیا ہے۔ رسول اللہؐ نے پوچھا، کیا تم نے کسی کا قتل کیا ہے ؟ اس نے کہا، اے اللہ کے رسولؐ میں نے کسی کا قتل نہیں کیا ہے۔ رسول اللہؐ نے پھر پوچھا کہ آخر تم نے ایسا کون سا گناہ کیا ہے ؟ وہ کہنے لگا، اے اللہ کے رسولؐ میرا جرم بہت بڑا ہے، پچھلے چند سالوں سے اپنی روزی کے لیے مردوں کے کفن چرایا کرتا تھا۔ چند دن پہلے انصار کی ایک نوجوان لڑکی کا انتقال ہو گیا، میں معمول کے مطابق اُس کا کفن چرانے

کے لیے گیا۔ اس کے جسم کو ننگا کرنے کے بعد، میں واپس آنے ہی والا تھا کہ شیطان نے مجھے جنسی طور پر مشتعل کر دیا اور میں نے اُس کے مردہ جسم کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا۔ جیسے ہی میں اٹھنے لگا میں نے ایک آواز سنی جو یہ کہہ رہی تھی کہ تو نے مجھے دوسرے مردوں کے سامنے ننگا کر دیا اور یوم حساب میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے بغیر غسل کے کھڑی ہونگی۔ اِس کا مجھ پر ایسا اثر ہوا اور میں اپنے اُوپر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے غضب کو محسوس کر رہا ہوں۔ جب نبیؐ نے یہ بات سنی تو ناراض ہوئے اور کہا کہ بلاشبہ تم نے ایک مردہ لڑکی کے ساتھ زنا کر کے بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ وہ روتے ہوئے نبیؐ سے دور چلا گیا۔ وہ وہاں رُکنا نہیں چاہتا تھا، کیونکہ نبیؐ اُس سے ناراض ہو گئے تھے اور اُسے ڈر تھا کہ آپؐ کوئی ایسی بات نہ کہہ دیں جو اُس کی آخرت کو مکمل طور پر تباہ کر دے۔ وہ ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور چالیس دن تک روتا رہا، نماز پڑھتا، سجدے کرتا، توبہ کرتا اور کہتا، "اے اللہ میں نے رسول اللہؐ کے ہاں حاضری دی اور اُنہوں نے بھی کہا کہ میں نے انتہائی کریہہ جرم کیا ہے۔ اے اللہ، میں کہاں جاؤں؟ تیرے علاوہ میرا کوئی نہیں، مجھے معاف کر دے"۔ چالیسویں دن جبرائیلؑ نبیؐ کے پاس آئے اور اُنہیں اپنا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا سلام پہنچایا اور کہا کہ اللہ پوچھتے ہیں کہ اے میرے محبوب کیا آپؐ نے مخلوق کو پیدا کیا یا میں نے؟ رسول اللہؐ نے جواب دیا کہ اللہ نے مجھے پیدا کیا اور اُسی نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ جبرائیلؑ نے پھر کہا کہ اللہ نے پوچھا ہے، کیا آپؐ مخلوق کو روزی دیتے ہیں یا میں روزی دیتا ہوں۔ رسول اللہؐ نے جواب دیا، اللہ مجھے اور تمام مخلوقات کو روزی دیتا ہے۔ جبرائیلؑ نے پھر کہا کہ اللہ پوچھتا ہے، کیا آپ گناہوں کو معاف کرتے ہیں یا میں گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ رسول اللہؐ نے جواب دیا، اللہ ہی گناہوں کو معاف کرتے ہیں۔ جبرائیل نے کہا کہ اللہ نے آپؐ کو پیغام دیا ہے کہ اے میرے محبوب میرا ایک بندہ ہے، جو بہت زیادہ رویا اور اپنے کیے پر نادم ہے، میں نے اسے معاف کر دیا ہے۔ پھر رسول اللہؐ نے اپنے ایک صحابی کو اس نوجوان کے پاس خوش خبری دینے کے لیے بھیجا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُسے معاف کر دیا ہے۔ اے اللہ.... تیری رحمت کی کوئی حد نہیں، ہم بھی بہت فکر مند ہیں، ہمیں بھی معاف فرما۔ اے اللہ، ہم تجھ سے کیسے ناامید ہو سکتے ہیں۔ اے اللہ ہمیں معاف فرما۔ آمین!

قرآن پاک میں سورہ بروج میں اللہ تعالیٰ ایک توحید پرست عیسائی قبیلہ کی کہانی بیان کرتا ہے، جو یمن میں رہتا تھا۔ اُس وقت یمن کا حکمران ایک مشرک تھا۔ اُس نے مومن عیسائی قبیلہ کو اپنے مذہب کو تبدیل کرنے پر مجبور کیا۔ جب اُنہوں نے اپنا مذہب تبدیل کرنے سے انکار کر دیا، تو بادشاہ نے خندقیں کھودنے کا حکم دیا۔ جب خندقیں تیار ہو گئیں، تو اُس نے لکڑیوں سے خندقوں میں آگ جلوائی، اور حکم دیا کہ قبیلہ کے بوڑھے،

جوان، مرد، عورتیں بمعہ بچوں کے آگ میں جھونک دیئے جائیں۔ وہ سب جل کر مر گئے۔ یہ انسانیت کے خلاف، اور سب سے بڑھ کر سچے اہل ایمان کے ساتھ ایک کریہہ جرم تھا۔ اگر کوئی اور ہوتا تو وہ اُن سب کو قتل کر دیتا اور اُن سے منسوب ہر چیز تباہ کر دیتا۔ لیکن ہمارے رحیم ربّ نے قرآن میں فرمایا، وہ لوگ جنہوں نے یہ کریہہ جرم کیا ہے، اگر وہ نادم نہ ہوئے تو پھر وہ جلائے جانے والی اذیت اور جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُن لوگوں کے لیے بھی اپنی رحمت کا دروازہ کھلا رکھا، اُن کے لیے جنہوں نے اس کے ماننے والے اہل ایمان کو زندہ جلا دیا تھا۔ یہ ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ، میرا اور آپ کا آقا و مالک۔ اے اللہ، میرے پاس کہنے کو کچھ نہیں رہا۔ ہم تیری رحمت کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ اے اللہ، مجھے، میرے والدین، میرے اہل و عیال، عزیز و اقارب، دوست واحباب اور کل مسلمین کو معاف فرما۔ آمین! اے اللہ، ہماری کتابِ سجین ہمارے گناہوں سے سیاہ ہیں، اے اللہ، ہماری کتابِ سجین پر اپنی رحمت سے سفیدی پھیر دے اور اُنہیں نیکیوں میں بدل دے۔ آمین۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت پر اختتامی کلمات

اے لوگو، رسول اللہؐ نے فرمایا، کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور توبہ واستغفار کیا کرو، کیونکہ آپؐ خود دن میں سو بار اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے توبہ واستغفار کرتے تھے۔ توبہ واستغفار کرو بیشتر اس کے کہ بہت دیر ہو جائے۔ ہر روز سمندر سونامیوں کے ساتھ، زمین زلزلوں کے ساتھ اور فرشتے تباہ کن قوتوں کے ساتھ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اجازت طلب کرتے ہیں، کہ وہ اُنہیں نسل انسانی کو تباہ کرنے کی اجازت دے۔ اجازت نہ ملنے پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کب تک انسانوں کی طرف سے زیادتیاں اور اپنے احکامات کی خلاف ورزیاں برداشت کرے گا۔ ہمارا حنان اللہ، ہمارا منان اللہ، ہمارا غفار اللہ، ہمارا وہاب اللہ، ہمارا رزاق اللہ اُنہیں کہتا ہے کہ اگر یہ تمہارے بندے ہیں تو وہ اُن کے ساتھ جو چاہو کرو، اور اگر یہ میرے بندے ہیں تو پھر یہ میرا اور اُن کا معاملہ ہے۔ اے اللہ...!! تیرا شکر ہے کہ تو ہمارا آقا و مالک ہے...۔ اللہ پھر اعلان کرتا ہے کہ اگر ہم ندامت و شرمندگی کے ساتھ دن کے وقت اُس سے رجوع کریں گے تو وہ ہمیں قبول کر لے گا۔ اور اگر ہم رات کے وقت ندامت و شرمندگی کے ساتھ اُس سے رجوع کریں گے تو وہ ہمیں قبول کر لے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سوال کرتا ہے، کہ کیا کوئی اُس سے زیادہ فیاض ہے، اُس سے زیادہ مہربان و ہمدرد ہے، کیا کوئی اُس سے زیادہ رحیم و کریم ہے؟ ہمارا کوئی نہیں ہے، اے حنان اللہ، اے منان اللہ، تیری رحمت سے ہی ہماری امیدیں وابستہ ہیں، مہربانی فرما ہمیں بھی معاف کر دے۔ آمین!

جس کے ساتھ اللہ ہے، اُس کے پاس سب کچھ ہے۔ اللہ سے ہمارا تعلق، ہمارے لیے تمام قوتوں اور طاقتوں کا سرچشمہ ہے۔ جب تک ہم اِس سرچشمہ سے تعلق قائم کرنا نہیں سیکھ لیتے، اُس وقت تک ہمارا کوئی بھی عمل کامیاب نہیں ہو گا۔ اے لوگو، ہم نے کچھ نہیں سیکھا، مگر اللہ کے خزانوں سے (دعا کے ذریعے) فیض یاب ہونا سیکھ لیا ہے، تو پھر ہمیں کسی کی ضرورت نہیں۔ اُس نے ہمارے لیے رزق کا فیصلہ کر دیا ہے، اُس نے جو مقدر کر دیا ہے، ہم نہ اُس سے ایک پائی زیادہ حاصل کر سکتے ہیں نہ ایک پائی کم۔ اب فیصلہ ہم نے کرنا ہے کہ ہم اُسے حلال طریقہ سے حاصل کرینگے یا حرام طریقہ سے۔ رزق بڑھانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے، اور وہ ہے صدقہ، خیرات کرنا، جس کا حاصل کم از کم دس گناہ ہوتا ہے، یا کوئی آفت ٹل جاتی ہے۔ شکریہ اے اللہ۔

لوگ اکثر اللہ سے نا امید ہو جاتے ہیں، اُن کا کہنا ہے کہ وہ اللہ سے مانگتے ہیں پھر بھی اُنہیں نہیں ملتا، یا دیر ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ہم اللہ سبحانہ وتعالٰی سے اخلاص اور تسلسل سے نہیں مانگتے۔ اِس بات کو تاریخ کی ایک مثال سے سمجھانے کی کوشش کروں گا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ حجاج بن یوسف خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ اُس نے ایک نابینا شخص کو دیکھا، جو دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ، مجھے میری بینائی لوٹا دے۔ تیسرے چکر کے بعد حجاج نے اُس اندھے آدمی سے پوچھا، وہ کتنے عرصہ سے اپنی بینائی کے لیے دعا مانگ رہا ہے؟ نابینا شخص نے کہا کہ وہ طویل عرصہ سے دعا مانگ رہا ہے۔ حجاج نے نابینا شخص کو کہا، کہ وہ تین چکر پورے کر چکا ہے اور اگر ساتویں چکر کے بعد اُس کی بینائی واپس نہ آئی تو وہ اُس کی گردن کاٹ دے گا۔ حجاج کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ جو کہتا ہے کر گزرتا ہے۔ نابینا شخص اتنا خوفزدہ ہوا کہ اُس نے اللہ سے اتنے خلوص سے دعا مانگی کہ ساتویں چکر پر اُس کی بینائی لوٹ آئی۔ ساتویں چکر کے بعد حجاج نے اُس نابینا شخص سے پوچھا، کہ کیا وہ اب دیکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا، ہاں میں اب دیکھ سکتا ہوں۔ حجاج نے اُسے کہا کہ تم اللہ سبحانہ وتعالٰی سے بغیر یقین کیے دعا مانگا کرتے تھے، اور جب تم نے خلوص کے ساتھ دعا مانگی تو تمہیں اُس کا ثمر مل گیا۔ ایسا نہیں ہے کہ اللہ ہماری نہیں سنتا، بلکہ یہ اِس لیے ہے کہ ہم اللہ سبحانہ وتعالٰی سے بغیر پختہ یقین کے ایک رسمی طور پر سوال کرتے ہیں۔

جو کوئی اللہ سبحانہ وتعالٰی پر صدقِ دل سے ایمان رکھتا ہے، وہ اللہ کا ممکنہ دوست ہوتا ہے۔ جو اپنے کردار میں جتنا زیادہ اللہ سبحانہ وتعالٰی کے اوصاف کی عکاسی کرتا ہے، وہ اتنا ہی اللہ سبحانہ وتعالٰی کو عزیز ہوتا ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ ہم اُس کے دوست بنیں۔ اللہ کہتا ہے کہ جب وہ کسی کو اپنا دوست اور محبوب بنا لیتا ہے، تو پھر وہ اُس کی آنکھیں بن جاتا ہے، اُس کے کان بن جاتا ہے اور نتیجہ کے طور پر وہ اللہ کی رسّی کو مظبوطی سے تھام لیتا ہے

(یعنی وہ شخص اپنے مالک کا حکم بجالاتا ہے)۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے جو مانگتا ہے، میں اُسے دے دیتاہوں۔جب وہ مجھ سے اپنے لیے پناہ طلب کرتا ہے، میں اُسے عطا کرتاہوں۔اے مسلمانو،اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی دوستی کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اللہ ایک حقیقت ہے اور وہ سچا اور باوفا دوست ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اولیاء(دوست)جب کوئی اچھا کام کرتے ہیں، تو وہ اپنے آپ میں اچھا محسوس کرتے ہیں،اور جب کوئی برائی کرتے ہیں تو برا محسوس کرتے ہیں۔ جب اللہ اُنہیں جو مانگا دے دیتے ہیں، تو وہ خوش ہوتے ہیں،اور جب اللہ اُنہیں نہیں دیتا، تو وہ زیادہ خوش ہوتے ہیں، کیونکہ پہلا اُن کا انتخاب تھا،اور دوسرا اللہ کا انتخاب ہے۔ اے اللہ، ہمیں بھی اپنا دوست بنالے۔آمین۔

اگر ہم سے اتفاقاً گناہ سرزد ہو جائے، تو پھر کم از کم اس کے بعد نیک عمل کرنے کوشش کریں۔ یہ ہمارے کے گناہوں کے بُرے اثرات کو زائل کردیں گے۔اللہ نے ہماری حدود کا تعین کردیا ہے،اُس نے کچھ چیزیں ہم پر فرض کی ہیں اور کچھ چیزیں منع کردی ہیں۔ اصولاً ہمیں معلوم ہے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے۔اِس کے باوجود ہم بہت سے غلط کاموں اور گناہوں میں مبتلا ہوں گے، کیونکہ ہم انسان ہیں۔اِس میں شک نہیں کہ اللہ سب سے زیادہ رحیم ہے،اور اُس کے رحمت کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں اور اللہ کی رحمت سے ہمیں ہمیشہ پُراُمید ہونا چاہیے۔ ایسے بھی لوگ ہیں،جب وہ گناہ کرتے ہیں، تو اُن کو اذیت ہوتی ہے، یہ ان کو فکر مند کرتی ہے، اُن کا ضمیر اُن کو پریشان کرتا ہے، لہٰذا وہ اللہ سے رجوع کرتے اور اُس سے مغفرت و معافی طلب کرتے ہیں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کون ہے جو معاف کرسکتا ہے۔ اے نبیؐ کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جان پر زیادتی کی ہے،اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ تو غفور و رحیم ہے (39:53)۔جب یہ آیت نازل ہوئی تو شیطان رویا اور کہنے لگا کہ جب تک اہل ایمان کے لیے یہ رعائت موجود ہے،اُس کے لیے کوئی امید نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں، گناہ گار کے لیے اِس آیت کریمہ سے زیادہ سکون دینے والی اور کوئی چیز نہیں۔ یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ جب تک ہم اللہ کے حضور خلوص نیت کے ساتھ اظہار ندامت کرتے رہیں گے، اللہ کے دروازے ہمارے لیے کھلے رہیں گے۔ اس پر ہمیں اپنے رحیم اللہ کی تعریف و توصیف کرنی چاہیے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا، کہ اُنہیں خوف ہے کہ اگر ہم سے گناہ سرزد نہ ہوں گے تو تکبر جیسا بڑا گناہ ہمیں اپنی گرفت میں لے لے گا۔ سبحان اللہ۔

اے مسلمانو! جب ہم اسلام کے قواعد وضوابط کے مطابق اپنی زندگی گزارتے تھے، ہم نے چین کے مغرب سے لے کر فرانس کے مشرق تک حکومت کی تھی۔ ہم صرف اُسی صورت میں باوقار اور محترم قوم بن سکتے ہیں، جب ہم ایک دفعہ پھر اپنے مذہب کے اصولوں اور ضابطوں کے مطابق زندگی گزارنی شروع کر دیں گے۔ مسلمانو، آج ہم فتنہ کے دور میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمیں اسلام کے مشاہیر کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ یہ ہمارے لیے جذبہ و ترغیب کا سرچشمہ ہیں۔ کیونکہ فتنہ کے دور میں ہمیں ترغیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ جب خلیفہ بنے، یہ مشکل اور فتنے کا دور تھا۔ آپؓ اپنے پہلے رسمی خطاب کے لیے منبر پر چڑھے اور کہا کہ اے اہل ایمان، تمہیں عمل اور کردار والے آدمی کی ضرورت ہے نہ کہ صرف باتیں کرنے والے کی۔ یہ کہہ کر آپ منبر سے نیچے اتر آئے۔ انقلاب عمل کے ذریعے آتا ہے نہ کہ باتوں سے۔ اگر انقلاب باتوں سے آتے تو ہر گھنٹے کے بعد انقلاب برپا ہو جاتے، کیونکہ ہم باتیں بنانے میں بہت آگے ہیں۔ اللہ کی مدد و نصرت افراد کے عمل سے آتی ہے نہ کہ باتوں سے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت اور مدد نازل ہو تو ہمیں اپنی گفتگو کو عملی جامہ پہنانا ہوگا۔ اے مسلمانو، اگر ہم اُمت کے زوال کو روکنا چاہتے ہیں اور اُسے شکست وریخت سے بچانا چاہتے ہیں، یہ ہم تب تک نہیں کر سکتے، جب تک ہم اُس چیز کو نہ اپنا لیں جس چیز نے اُمت کی ابتداء میں تبدیلی پیدا کی تھی۔ ہمیں اپنانا ہوگا اُن قوانین کو جو قرآن اور سنت ہمیں بتاتے ہیں۔ یہ واحد راستہ ہے جس سے ہم امت کا احیاء کر سکتے ہیں۔ ہمیں بنیادی کام سے اُوپر جانا ہوگا تاکہ اُمت کا احیاء کر سکیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں، کہ میں نے ایک بھی صحابی ایسا نہیں دیکھا جو آدھی رات (تہجد) کی نماز ادا نہ کرتا ہو۔ کیونکہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کے لیے بہترین وقت ہوتا ہے۔ اگر ہم اللہ سے تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں تو ہم پر لازم ہے کہ ہم تہجد کی نماز پڑھیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو پھر ہم کیسے بہتر ہوں گے۔ ہمیں بہتر مسلمان بننے کے لیے دین کے راستہ پر قدم بڑھانے ہوں گے، تاکہ ہم اِیمان کی اُس سطح تک پہنچ سکیں۔ اللہ قرآن میں کہتا ہے: اے مسلمانو! صبر اور نماز کے ذریعے مدد حاصل کرو۔ بلاشبہ یہ مشکل ہے، سوائے عاجزی کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت کرنے والوں کے لیے(2:45)۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کوئی بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں داخل ہوگا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کیا آپؐ بھی؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں میں بھی سوائے اِس کے کہ وہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے (سنن ابن ماجہ، نمبر Ref#4201،16)۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کتاب کے قریب رہیں۔ باقاعدگی سے نماز تہجد کے ذریعے اپنی اصلاح جاری رکھیں، تو ہم اپنی منزل (جنت) تک پہنچ جائیں گے۔

جب ایک گناہ گارہ بندہ اپنے آپ کو گناہ میں غرق کر لیتا ہے۔ ہمارا آقا و مالک تب بھی چاہتا ہے کہ اس کا بندہ واپس اُس کے پاس لوٹ آئے۔ ایک ماں جو اپنے گمشدہ بچے کی واپسی کا انتظار کر رہی ہوتی ہے، ہمارا ربّ اُس سے زیادہ اپنے بندہ کے لوٹ آنے کا منتظر ہوتا ہے۔ یہ ہے میرا اور آپ کا ربّ۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں مروی ہے کہ ایک آدمی صحرا میں اپنے اونٹ اور سامانِ زیست کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ وہ آرام کے لیے رکا اور سو گیا۔ جاگنے پر دیکھا کہ اس کا اونٹ غائب ہے۔ وہ اونٹ کو تلاش کرنے لگا مگر بے سود۔ اُسے معلوم تھا کہ اُس کے پاس نہ خوراک ہے، نہ پانی، اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ صحرا کو پیدل عبور نہیں کر سکتا۔ آخر کار اُس نے نااُمید ہو کر اپنے آپ کو پیاس سے مرنے کے لیے تیار کر لیا۔ اِسی پریشانی میں وہ سو جاتا ہے۔ جاگنے پر وہ اپنے اونٹ کو سامانِ زیست کے ساتھ وہیں کھڑا ہوا دیکھتا ہے۔ وہ اونٹ کو دیکھ کر اتنا خوش ہوتا ہے کہ اُس کی زبان پھسل جاتی ہے، اور کہتا ہے کہ اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا مالک۔ وہ اپنے اونٹ کو دیکھ کر اتنا خوش ہوا کہ اُس کے منہ سے اُلٹ الفاظ نکل گئے۔ جب گناہ گار ندامت و توبہ کرتا ہے اور اپنے آقا و مالک اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ اُس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے (صحیح مسلم، نمبر 7060، Ref#1)۔ صحیح العقیدہ مغرور ایمان والے کی بہ نسبت اللہ کو ایک گناہ گار کے آنسو زیادہ محبوب ہیں۔ انسان کا سب سے بہترین دوست اللہ ہے، وہ بہت جلد مان جاتا ہے، کبھی پرانی باتیں یاد نہیں کرواتا، اور نہ ہی اپنے در سے کبھی مایوس لوٹاتا ہے۔ اے مسلمانو، جاگ جاؤ، اللہ ہمارا رحیم ربّ ہے، آئیں ہم اُس کی طرف رجوع کریں اور اُس سے ندامت و معافی طلب کریں۔ اے اللہ، ہمیں معاف کر دے۔ آمین!

اے مسلمانو، جاگ جاؤ، آج ہم میں سے کچھ اپنے دین کو محض مشکلات کی وجہ سے چھوڑ رہے ہیں۔ یہ دنیا کبھی بھی جنت نہیں بنائی گئی تھی۔ اگر ہم صدقِ دل کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر ایمان رکھیں گے، تو ہر مشکل جس میں ہم مبتلا ہیں، ہمیں ہمارے رحیم ربّ کے قریب کر دے گی۔ ہمیں اللہ کی قدر، اُس کی تعریف، اور محبت کے ساتھ اُس کی عبادت کرنی چاہیے۔ جنت آخرت میں ہماری کارکردگی کا انعام ہے۔ اسلام امید کا مذہب ہے، اور ہم امید پر زندہ ہیں۔ ہمیں اللہ کے وعدے پر یقین کرنا چاہیے، اللہ کے پیغمبروں پر ایمان رکھنا چاہیے۔ ہمیں جنت، دوزخ، یوم حساب اور قدر پر یقین ہونا چاہیے، ہمیں صراط مستقیم کی شہادت دینی چاہیے، اور یہ کہ یومِ حساب ہمارے اعمال کا وزن ہو گا۔ یہ تمام سچی باتیں ہیں جن کی تعلیم ہر نبیؑ نے دی ہے۔ **ہمارا اِن باتوں پر موت تک ایمان ہونا چاہیے، اور اللہ کے وعدے پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔** ہم نے جو کچھ بنانا ہے، وہ اس دنیا کے لیے نہیں، بلکہ آخرت کے لیے بنانا ہے۔ اگر اس دنیا کے لیے بناتے ہیں تو یہ ضائع جائے گا۔ کیونکہ ہمیں

صرف کفن کے ساتھ دفنایا جائے گا اور اگر فرعونیوں کی طرح دفنایا گیا تو وہ کوئی اور لوٹ لے گا۔ مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ چاہے آفت آتی ہے تو آنے دو۔ ہم آخرت کے معمار ہیں اور ہمیں اللہ سے امید رکھنی ہے۔ اے اللہ، ہم تجھ پر ایمان رکھتے ہیں، ہم تیرے فرشتوں پر ایمان رکھتے ہیں، ہم تیری کتابیں جو تو نے الہام کی ہیں، اُن پر ایمان رکھتے ہیں، ہم تیرے نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں، ہم جنت پر ایمان رکھتے ہیں، ہم جہنم پر ایمان رکھتے ہیں، ہم آخری گھڑی پر ایمان رکھتے ہیں، ہم قدر پر ایمان رکھتے ہیں، اے اللہ، تو ہمیں معاف کر دے۔ آمین!

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

استغفار کے فوائد

ایک دفعہ حضرت حسن بصریؒ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور حضرت سے کہا، کہ وہ بہت گناہ گار ہے، اُسے کوئی ایسا عمل بتائیں جس پر عمل کر کے وہ اپنے گناہ معاف کروا سکے۔ انہوں نے جواب دیا، جاؤ اور استغفار کرو۔ ایک اور شخص آیا اور حضرت سے کہا، کہ کئی دنوں سے بارش نہیں ہوئی، اُسے کوئی عمل بتائیں کہ اللہ تعالیٰ بارش بھیج دیں۔ آپ نے جواب دیا، جاؤ اور استغفار کرو۔ تیسرا شخص آیا اور حضرت سے کہا، کہ حضرت میں قرض کے بوجھ تلے دبا ہوا ہوں، دعا کریں کہ اللہ اُسے دولت عطا کرے تاکہ وہ قرض واپس کر سکے۔ آپ نے جواب دیا، جاؤ اور استغفار کرو۔ چوتھا شخص آیا اور حضرت سے کہا، کہ اُس کی خواہش ہے کہ اللہ اُسے اولاد عطا کرے، دعا کریں کہ اللہ مجھے نیک اور صالح اولاد عطا کرے۔ آپ نے جواب دیا، جاؤ اور استغفار کرو۔ پانچواں شخص آیا اور حضرت سے کہا، کہ اس کا ایک باغ ہے، دعا کریں کہ وہ بہت زیادہ پھل دے۔ آپ نے جواب دیا، جاؤ اور استغفار کرو۔ چھٹا شخص آیا اور کہا کہ حضرت اگر اُس کے گھر میں چشمہ نکل آئے تو اُسے خوشی ہو گی۔ آپ نے جواب دیا، جاؤ اور استغفار کرو۔ اُن کے شاگرد ابن صبیح جو پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے، بہت حیران ہوئے کہ استاد محترم نے سب کو ایک ہی حل بتایا ہے۔ آخر کار اس نے اُستادِ محترم سے پوچھ ہی لیا کہ اُنھوں نے کیوں تمام مسائل کے حل کے لیے ایک ہی جواب دیا؟ حسن بصریؒ نے قرآن پاک سے ایک آیت پڑھی، جو کہتی ہے، اپنے ربّ سے معافی مانگو، بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، تمہیں مال اور اولاد سے نوازے گا اور تمہارے لیے باغ پیدا کرے گا، تمہارے لیے

نہریں جاری کرے گا(71:10-12)۔اگرہم باقاعدگی سے استغفار کی عادت اختیار کرلیں تو ہمیں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہے گی، ہمیں کہیں اور جانے کی بھی ضرورت نہیں ہو گی۔ سبحان اللہ!

علی بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت علیؓ نے اُنہیں اپنی سواری پر بٹھا کر حرا کی طرف لے گئے،اور آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا اور کہا کہ اے اللہ میرے گناہوں کو معاف فرما کیونکہ تیرے علاوہ اور کوئی گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا۔ پھر اُنہوں نے میری طرف دیکھا اور مسکرادیئے۔ علی بن ربیعہ نے سوال کیا، اے امیر المؤمنین پہلے آپ نے استغفار کیا اور پھر میری طرف دیکھ کر مسکرائے! کیوں؟اُنہوں نے کہا،ایک دفعہ رسول اللہؐ نے مجھے اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا اور حرا کی طرف لے گئے۔ آپؐ نے بھی آسمان کی طرف دیکھا اور کہا اے اللہ میرے گناہ معاف کر دے، کیونکہ تیرے علاوہ اور کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا، پھر میری طرف دیکھا اور مسکرائے۔ میں نے بھی رسول اللہؐ سے پوچھا تھا کہ آپؐ نے پہلے استغفار کیا اور پھر میری طرف دیکھا اور مسکرائے۔آپؐ نے فرمایا کہ جب ہم استغفار کرتے ہیں تو ہمارے آقا و مالک مسکراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جانتا ہے کہ صرف اللہ ہی گناہ معاف کر سکتا ہے (حیات الصحابہ جلد سوم، ص 350)۔

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

افسردگی

افسردگی کی اصطلاح قرآن کریم میں استعمال نہیں ہوئی ماسوائے ممنوعہ یا نفی کرنے کے لیے۔اِس کی وجہ یہ ہے کہ دل میں دکھ پالنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اہل ایمان کو راہ راست سے ہٹانے کے لیے، افسردہ کرنا شیطان کی محبوب ترین عمل ہے۔ یہ اس لیے کہ غم دل کو کمزور کر کے آگے بڑھنے کے عزم اور اِرادے کو کمزور کرتا ہے۔اے لوگو، ہم پژمردہ کیوں ہوتے ہیں؟ ہمارے لیے تمام سامان تعیش موجود ہیں۔اگر ہم اپنے کمروں کا موسم تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے پاس ایئر کنڈیشنر سسٹم موجود ہے۔ اگر ہمیں پانی کی ضرورت ہے تو ہمارے پاس نلکوں میں پانی موجود ہے۔ اگر ہمیں تفریح چاہیے تو ہمارے پاس ٹی وی، کمپیوٹر اور موبائل ہیں، جو ہمارے لیے دن رات تفریح کا انتظام کرتے ہیں۔ ہمیں کھانے اور مشروب درکار ہوں تو ہمارے لیے ریسٹورنٹ ہیں اور گھر لے جانے کے لیے تیار کھانوں کے مراکز موجود ہیں، جہاں سے ہم تمام رات کانٹینٹل، چائنیز، فاسٹ فوڈز اور مشرقی کھانے حاصل کر سکتے ہیں۔ پھر ہمیں کیا چیز پژمردہ کر رہی ہے۔ جب مغموم بچوں کا مطالعہ کیا گیا اور اُن سے پوچھا گیا کہ کیا چیز اُنہیں خوش کر سکتی ہے؟ تو اکثریت نے کہا کہ اگر وہ

دولت مند اور مشہور ہوتے تو وہ خوش ہوتے۔اے مسلمانو، اکثر بحالیِ نفسیات کے مراکز ایسے شہرت کے حامل اداکاروں، موسیقاروں اور دولت مندوں سے بھرے پڑے ہیں، اور ان میں سے بہت بڑی تعداد خود کشی کی طرف مائل ہے۔ سوال یہ ہے کہ دولت مند ہونے اور مشہور ہونے کے باوجود وہ خوش کیوں نہیں ہیں؟اسی لیے یہ مشہور ہے کہ اگر تم اِن کے کرب واذیت چہرہ دیکھنا چاہو تو اسٹیج کے پیچھے چلے جاؤ۔ہم سب ایک بھوت ایک خواب کا تعاقب کر رہے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے، صرف اللہ کو یاد کرنے سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے جو بھی نیک عمل کرتا ہے ایمان والے مرد اور عورتوں میں سے ہم اُنہیں قناعت کی خوشی دیں گے۔ ہمیں خوش رہنا چاہیے، پُراُمید اور اللہ کے متعلق مثبت سوچ رکھنی چاہیے۔ اللہ سب کچھ کر سکتے ہیں، ہمارا اس پر یقین ہونا چاہیے، اور اُسی پر ہمیں انحصار کرنا چاہیے۔اگر ہم ایسا کریں گے تو ہمیں ہر قسم کی صورت حال میں خوشی اور مسرت حاصل ہو گی۔آئیں ہم اپنی خوشی کو تفکرات سے برباد نہ ہونے دیں، اپنے ذہن کو مایوسی سے برباد نہ ہونے دیں، اپنے آج کو گزرے ہوئے کل پر برباد نہ ہونے دیں۔ اللہ نے ہمیں بن مانگے اسباب عطا کیے ہیں، اس لیے ہمیں اللہ پر توکل کرنا چاہیے، اللہ نے ہم پر کوئی پابندی ایسی نہیں لگائی جس میں ہماری بھلائی ہو۔اگر ہم وہ کریں جس کا اللہ ہم سے تقاضا کرتا ہے، تو جب ہم سو رہے ہوں گے، اُن لوگوں کی دعائیں ہمارے لئے جنت کے دروازے کھول رہی ہوں گی، جن کی ہم نے مدد کی ہو گی، یا جن سے مسکرا کر پیش آئے ہوں گئے، یا جن کے ساتھ ہم شفقت و ہمدردی سے پیش آئے ہوں گے، یا کوئی مصیبت میں تھا ہم نے اس کی مشکل رفع کی ہو گی۔ ہمیں نیک اعمال کرنے چاہییں اگرچہ کسی کی طرف مسکرا کر دیکھ نا ہی کیوں نہ ہو۔ ہمیں نیک اعمال کے اثرات کو کبھی کم نہیں سمجھنا چاہیے۔ اگر اللہ نے ہمارے مقدر میں آفت و آزمائش لکھ رکھی ہے تو اِس میں ہمارے لیے ضرور فائدے ہوں گے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا، کیونکہ وہ ماؤں سے ننانوے گنا زیادہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ جب کسی اور کے اُوپر مصیبت آئے تو ہمیں دکھی ہونا چاہیے، اور اُس کی دادرسی کرنی چاہیے۔ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمارے مقدر میں لکھ دیا ہے ہمیں اُس پر شاکر رہنا چاہیے۔

اے مسلمانو، اگر ہم غریب ہی کیوں نہ ہوں، تب بھی اللہ کی راہ میں ایک سو روپیہ خیرات کریں، پھر اُس قناعت اور خوشی کو محسوس کریں جو ہمیں ملے گی۔ آئیں مسجد میں دو رکعت نفل ادا کریں، آدھی رات کے بعد دو رکعت تہجد ادا کریں، پھر دیکھو یہ ہمارے دل کے ساتھ کیا کرتی ہیں۔ نیکیاں اور نیک اعمال باہر سے اچھے نظر نہیں آتے جبکہ گناہ دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں۔ گناہ جواخانے کی طرح ہوتے ہیں، باہر سے بے عیب

اور شاندار نظر آتے ہیں، لیکن جب اُس سے باہر آتے ہو تو افسردہ ہوتے ہیں، کیونکہ ہار گئے ہوتے ہیں۔ اگر ہم گناہ کریں گے تو ہم پر سر درد، پژمردگی اور مایوسی ہوگی کیونکہ اللہ، قرآن کریم میں کہتا ہے کہ جو میرے "ذکر" (درس نصیحت) سے منہ موڑے گا اُس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اُسے اندھا اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا پروردگار، دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا، یہاں مجھے اندھا کیوں اُٹھایا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہاں، جس طرح ہماری آیات کو جب کہ وہ تیرے پاس آئی تھیں تُو نے بھلا دیا تھا۔ اِسی طرح آج تُو بھلایا جا رہا ہے (20:124-127)۔ ہمیں خوشی اور غم سے آزمایا جائے گا۔ اے اہل ایمان خوشی اور خوشحالی میں اللہ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے اللہ کے حضور جھک جاؤ اور سجدہ ریز ہو جاؤ، اور مصائب میں صبر سے کام لو۔ اے مسلمانو! آنسوؤں کا راستہ سکون واطمینان کا راستہ ہے۔ ہمیں تنہائی میں جذباتی دعائیں کرنی چاہیئیں۔ اللہ کی مشیت سے تمام زخم بھر جائیں گے، شکستہ اور زخمی دل صحت یاب ہو جائیں گے، بیمار اور مریض اپنی توانائی حاصل کر لیں گے۔ کبیرہ گناہ بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ معاف کر دیں گے۔ اے مسلمانو! اللہ کو یاد کرنے سے ہم قناعت پسند بن سکتے ہیں، جس سے زندگی خوشگوار ہو جائے گی۔ خوشی ہر چیز کا مالک ہونا نہیں، بلکہ جو کچھ حاصل ہے اس پر قناعت کرنا ہے۔ ہمیں اپنے آقا ومالک پر عزم وایمانداری کے ساتھ انحصار کرنا چاہیے۔ اے مسلمانو، آؤ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع کریں، اور اس کی پناہ میں تحفظ حاصل کریں۔ آؤ زندگی کے تلخ دور کو ختم کریں، اور سکون کے آنسوؤں کی راہ پر ایک نئی زندگی کی ابتداء کریں۔ یہ ہمیں ہماری تقدیر کے خوف سے آزاد کر دے گی، ہماری روحانی، جسمانی اور ذہنی قوتوں میں اضافہ کرے گی۔ ہمیں یقین ہونا چاہئے کہ ہم اپنی زندگی بدل سکتے ہیں۔ اُن دعاؤں کو پکڑے رکھو جو تم نے مانگی ہیں، اور یقین رکھو کہ یہ پوری ہوں گی، اور اللہ پر ایمان واعتماد رکھو۔ غم و حزن سے ایک طرف ہو جاؤ کیونکہ یہ شیطان کے ہاتھوں میں ایک ہتھیار ہے، جس سے وہ ہمیں، ہمارے آقا ومالک ہمارے ربّ کے راستے سے ہٹاتا ہے۔ اے اللہ، ہم تیری پناہ چاہتے ہیں خطوات شیطان سے، اور تیری پناہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے پاس آئیں۔ اے اللہ ہم تیری پناہ چاہتے ہیں کہ ہم جانتے بوجھتے تیرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں۔ اور ہم تجھ سے معافی کے طلب گار ہیں اُس شرک کے لئے جس کا ارتکاب ہم سے لاعلمی میں ہوا ہے۔ آمین!

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

اختتامیہ

جب قرآن حکیم ہمیں کہتا ہے کہ ہم آتشِ دوزخ کی طرف بڑھ رہے ہیں، تو ہم اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، کیونکہ ہمیں یقین نہیں ہے۔ لیکن جب ہم ایک بڑی شاہراہ پر گاڑی چلا رہے ہوتے ہیں اور بظاہر ہر چیز ٹھیک نظر آ رہی ہوتی ہے، پھر ہم ریڈیو پر ایک خبر سنتے ہیں کہ پانچ کلو میٹر آگے ایک حادثہ ہوا ہے اور ٹریفک کے حالات ابتر ہیں۔ اگر شاہراہ سے باہر نکل سکتے ہیں تو باہر نکل جاؤ۔ ہم نے کچھ نہیں دیکھا، لیکن ہمیں یقین ہے اُس پر جو ہم نے سنا ہے، ہم شاہراہ سے باہر آ جائیں گے۔ اللہ نے انسانوں کو سوچنے کی صلاحیت دی ہے، تاکہ بن دیکھے فیصلہ کر سکیں۔ اگر کسی عمارت میں آگ لگ جائے اور لوگوں کو بتایا جائے فلاں فلاں راستے سے باہر نکل جائیں ہم اس پر عمل کریں گے، جبکہ جانور نہیں سمجھ سکیں گے، کیونکہ جانوروں کو یقین کرنے کے لیے، اُن کا دیکھنا ضروری ہے، اور انسان بغیر دیکھے سمجھ سکتا ہے۔

اے لوگو! ہمیں جلد بھول جانے والا بنایا گیا ہے، اُس کے ساتھ ہمیں خواہشات دی گئی ہیں، ساتھ ہی ترغیبات میں گھیر کر اِس دنیا میں اللہ کو یاد کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے (یہ ہے امتحان)۔ خواہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں کچھ بھی عطا کر دیں ہمیں اس دنیا میں حقیقی خوشی کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہم کبھی بھی حقیقی معنوں میں مطمئن نہیں ہوں گے۔ کیونکہ یہ دنیا بنی ہی دل شکنی کے لیے ہے، اور اگر ہم اس میں خوشی تلاش کر رہے ہیں، تو ہم غلط جگہ پر ہیں۔ ہمیں اپنے آپ کو بے وقعت نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ ہم رحیم ربّ کے بندے ہیں۔ ہمیں اپنے آپ کو، فیشن، دولت، شہرت، حسن، اقتدار اور عہدہ کی غلامی سے نجات دلانا ہوگی۔ ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ اس نے ہمیں اربوں انسانوں میں سے چنا ہے اور ہمیں اسلام کی نعمت سے نوازا ہے۔ اے مسلمانو، اذیت و مصائب اُس وقت منفی ہوتے ہیں جب یہ ہمارے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے درمیان رکاوٹ پیدا کرتے ہیں، اور یہ مثبت اس وقت ہوتے ہیں جب یہ ہمیں اللہ کی طرف واپس لے آئیں۔ ہمیں اپنے دین کے آرٹیکل 6 تقدیر کو ضرور قبول کر لینا چاہیے۔ ہم اُسی کے ہیں اور ہمیں اُسی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اے مسلمانوں، یاد رکھو اگر ہم غربت کے مارے ہیں، تو ایسے لوگ بھی ہیں جو قرضوں کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اگر ہمارے پاس جوتے نہیں ہیں، تو ایسے لوگ بھی ہیں، جن کے پاؤں نہیں ہیں۔ اگر ہم تکلیف میں ہیں، تو ایسے لوگ بھی ہیں جو سالہاسال سے تکلیف میں مبتلا ہیں۔ اگر ہم نے اپنا کوئی قریبی کھویا ہے، تو ایسے لوگ بھی ہیں جن کے بہت سے قریبی عزیز کھو گئے ہیں۔ اگر ہم نے گناہ کیا ہے تو ہمیں نادم ہونا چاہیے۔

اگر ہم نے غلطی کی ہے تو ہمیں اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔ ندامت و توبہ کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔ اس لیے غم نہ کریں جو گزر گیا سو گزر گیا۔ غم کرنے سے کوئی چیز تبدیل نہیں ہوتی۔ یہ صرف آپ کی زندگی کو برباد کر دے گی، خوشی کو تباہ کر دے گی، اور ہمیں کمزور کر دے گی۔ اللہ نے جو ہمارے لیے مقدر کیا ہے اُس پر قناعت کرو۔ دعا ہماری ڈھال ہے، نماز ہماری مشعل راہ ہے، سجدہ ہمارا لائحہ عمل ہے۔ خوش رہیں، ہمارے پاس پینے کے لیے میٹھا پانی ہے، سانس لینے کے لیے تازہ ہوا ہے، چلنے کے لیے پاؤں ہیں، کام کرنے کے لیے ہاتھ اور سونے کے لیے بستر ہے۔ ہمیں اللہ کے انعامات پر شکر بجالانا چاہیے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے بخاری شریف میں مروی ایک حدیث میں رسول اللہؐ نے فرمایا: کوئی ایسی مشقت نہیں، کوئی ایسی تھکاوٹ نہیں، کوئی ایسی بیماری نہیں، کوئی ایسا دکھ نہیں، کوئی ایسا غم نہیں، کوئی ایسا زخم نہیں، کوئی ایسی بد دلی نہیں جو ایک مسلمان پر آئے، چاہے وہ ایک کانٹے کی چبھن ہی کیوں نہ ہو، جس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُس کے کچھ گناہ معاف نہ کیے ہوں۔ ہمارے لیے یہ جاننے کے بعد کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ہماری مشکلات پر صلہ دینگے، مشکلات کا صبر کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے کافی ہونی چاہیے۔ بخاری شریف میں ایک حدیث میں رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی آدمی سے بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ اُسے اور زیادہ مشکلات و مصائب سے دوچار کرتے ہیں۔ یہ مشکلات دو کام کرتی ہیں، یہ ہمارا تزکیہ اور صفائی کرتی ہیں، اور ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قریب لے آتی ہیں۔ ہمیں ہر حال میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اے اللہ، ہم تیرے شکر گزار ہیں کہ تونے ہم کو اسلام سے نوازا اور تجھ سے استدعا کرتے ہیں کہ ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو خوشی اور غمی میں تیرا شکر ادا کرتے ہیں۔ آمین

اے مسلمانوں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نبیؐ کو کہتے ہیں، اے نبیؐ میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں، تو اُنہیں بتادو کہ میں اُن کے قریب ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اُس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں (2:186)۔ اگر ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قربت کا احساس ہو جائے تو ہم سکون پالیں گے۔ یہ ہمیں برائیوں سے تحفظ دے گی اور ہمیں امید عطا کرے گی۔ وہ ہماری دعاؤں کا جواب دیتا ہے، وہ جو بھی فیصلہ کرتا ہے، وہ ہمیشہ ہمارے لیے نفع بخشش ہوتا ہے۔ اللہ کو پکارنے کے عمل کو کبھی ہلکا نہ لیں۔ ماہِ رمضان میں ہم سحری کے لیے اٹھتے ہیں، یہ اللہ کی رحمتوں کو پکارنے کا بھرپور وقت ہوتا ہے۔ دعا کی طاقت کو کم نہ گردانو۔ بار بار پکارتے رہو۔

اے مسلمانوں،اللہ نے امتحان کو دنیا میں کامیابی کے لیے بہت آسان بنایا ہے۔ ہمیں بس یہ کرنا ہے، کہ باقاعدگی اور اخلاص کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور ندامت کااظہار کرنا ہے۔ مندرجہ ذیل تین طریقے ہیں جس سے ہم زندگی بھر کے گناہ معاف کروا سکتے ہیں۔ پلٹ آؤ اپنے محبت کرنے والے رب، اپنے مالک، اپنے خالق، اپنے رازق کی طرف۔ جو ہم سے ہماری ماؤں سے ستر گنا زیادہ پیار کرتا ہے۔

ا) جو بھی اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اللہ کی خاطر رمضان کا پورا مہینہ روزے رکھتا ہے۔ اِس کا صلہ یہ ہے کہ اُس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

ب) جو رمضان میں رات کی نمازوں (رات کی نماز، تراویح، نماز تہجد کے برابر) میں کھڑا ہوتا ہے۔ اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اللہ کی خاطر یہ کام کرتا ہے اُس کا صلہ یہ ہے کہ اُس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

ج) اگر کوئی رمضان میں لیلۃالقدر میں اللہ پر ایمان کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی خاطر کھڑا ہوتا ہے، اس کا اجر بھی تمام گناہوں سے معافی ہے۔

د) اس دنیا میں حصولِ بخشش بہت آسان ہے۔ ہمیں محض اللہ کے حضور پر خلوص ندامت واستغفار کرنا ہے۔ لیکن موت کے بعد اُسے راضی کرنا ناممکن ہے۔ اے مسلمانوں، خلوص کے ساتھ اپنے چہرے کو جھکا دو اور گڑگڑاؤ عرش اور کرسی کے مالک کے حضور، اور بچالو اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے۔

جب آفت و مصیبت آتی ہیں تو اکثر گناہ گار اہل ایمان اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے رجوع کرتے ہیں اور نادم ہوتے ہیں۔ ہمیں جو بات محسوس کرنی چاہیے وہ یہ ہے کہ ہمیں راحت اور مشکل میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ دو چیزیں بندے کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قریب لاتی ہیں اور وہ ہیں:

ا) تکلیف: تکلیف اور اذیت میں جب ہمیں آرام نہیں ملتا تو ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے رجوع کرتے ہیں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیشہ، کھلے بازؤں کے ساتھ اپنے بندہ کی واپسی کا منتظر ہوتا ہے۔ سبحان اللہ۔

ب) تشکر: جب کوئی شخص اپنے اچھے دنوں میں اللہ کا ممنون ہوتا ہے تو اللہ اس کے خیر میں اضافہ کر دیتا ہے جو اُس کے پاس ہے، اور اپنے شکر گزار بندے کے لیے اپنی نعمتیں بڑھا دیتا ہے۔ اللہ کا قرآن کریم میں ارشاد ہے: اور یاد رکھو، تمہارے ربّ نے خبر دار کر دیا تھا کہ اگر شکر گزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا (14:7)۔

نبیؐ نے اپنے ان پیرو کاروں کو جو آپؐ کی پیروی کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے، اُن کا فرق اِس مثال سے سمجھایا۔ آپؐ نے فرمایا، کہ ایک قافلہ آرام کرنے کے لیے کسی مقام پر رکا، کسی نے اُنہیں بتایا کہ اِس راستے پر ایک فوج آرہی ہے، ایک گروہ نے اُس کی بات مان لی، اور ایک گروہ نے اس کو مسترد کر دیا۔ جنھوں نے اُس کی بات مان لی تھی وہ محفوظ جگہ پر چلے گئے اور محفوظ رہے، جبکہ جنھوں نے توجہ نہ دی تھی فوج نے ان سب کو قتل کر دیا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے میرےؐ پیرو کاروں کا گروہ، جو قرآن کریم اور میری سنت کی پیروی کرتا ہے، اُس نے میری اطاعت کی اور فلاح پالی۔ دوسرا گروہ جس نے میری حکم عدولی کی اور توبہ نہ کی، وہ جہنم کے باسی ہوں گے (مسند احمد، نمبر 22948،Ref#18)۔ رسول اللہؐ نے ایک اور مثال دی، آپؐ نے فرمایا، ایک آدمی کھلے علاقے میں جاتا ہے اور روشنی کے لیے آگ جلاتا ہے، تمام قسم کے حشرات غول کی شکل میں آگ کی طرف آتے ہیں اور اپنے آپ کو نقصان پہنچانا شروع کر دیتے ہیں۔ آدمی سخت کوشش کرتا ہے کہ وہ چلے جائیں، وہ بے بس ہو جاتا ہے اور اُنہیں جلنے سے روک نہیں پاتا۔ بالکل اسی طرح میں اپنے ماننے والوں کو نارِ جہنم میں گرنے سے روکنا چاہتا ہوں پر میں بھی بے بس ہو جاتا ہوں اُن لوگوں کے سامنے جو میری نافرمانی کرتے ہیں اور جہنم کی آگ میں گر جاتے ہیں (مسند احمد، نمبر 8117،Ref#19)۔ یہ ہمیں ایک اور بات بتاتا ہے، جب تک ہم ہدایت (قرآن) پر عمل نہیں کریں گے، زیادہ تر جہنم میں جائیں گے۔

اے مسلمانو، ہم کس طرح نااُمید ہو سکتے ہیں، اپنی ناقدری کر سکتے ہیں، جبکہ ہم اللہ کے بندے اور غلام ہیں۔ اللہ نے ہمیں اربہا انسانوں میں سے چنا ہے، اس نے ہمارا انتخاب کیا ہے اور اسلام کی نعمت عطا کی ہے۔ جب ہم اپنے اور اللہ کے درمیان رکاوٹ پیدا کرتے ہیں تو درد اور تکلیف منفی اثرات پیدا کرتے ہیں اور جب ہم اللہ کے قریب ہوتے ہیں تو یہ ہمارے لیے آگے بڑھنے کی تحریک بنتے ہیں۔ اے مسلمانو، اللہ ہمیں آواز دے رہا ہے، اے میرے بندو میرے طرف لوٹ آؤ۔ اللہ نے اس دنیا میں ہمارے لیے امتحان و آزمائش کا وعدہ کیا ہے۔ اس لیے صبر و شکر کے ساتھ تیار رہو۔ اللہ ہی ہمارا مالک ہے اور اسی کی طرف ہم نے پلٹنا ہے۔ ہر چیز اللہ کی گرفت میں ہے۔ جب ہم اُمید کا دامن نہیں چھوڑتے تو ہمارے پاس سب کچھ ہوتا ہے اور جب نااُمید ہو جاتے ہیں تو سب کچھ کھو دیتے ہیں۔ اگر آپ کے پاس اللہ ہے تو آپ کو کسی اور عزت و وقار دینے والے کی ضرورت نہیں۔ اللہ ہمارے لیے کافی ہے۔ ہمیں وہی کچھ کرنا چاہیے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پسند ہے۔ ہمیں اِس بات کی پروا نہیں ہونی چاہیے کہ دوسرے لوگ کیا کہتے ہیں چاہے یہ بات اُنہیں ناگوار گزرے۔ اگر آپ یہ

کام اللہ کی رضا و خوشی کے لیے کرتے ہیں تو جو اللہ سے اپنے رشتہ و تعلق کو درست کرتا ہے، تو اللہ اپنی مخلوق سے اُس کا رشتہ و تعلق درست کر دیتے ہیں، اور وہ اہل ایمان کو اپنے سے خوش کر دیتے ہیں۔

ایک گدھے کو جب آپ کمرے کے اندر داخل کرنا ہوتا ہے، تو ہم اُسے چارہ دیکھاتے ہیں، اور اگر وہ پھر بھی مزاحمت کرے تو ہمارے پاس چھڑی ہوتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہم اس کی جنت میں داخل ہوں، جس کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ چارہ نیک اعمال ہیں اور چھڑی سزا کی دھمکی ہے۔ خوشی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سب کچھ ہو بلکہ جو کچھ ہمارے پاس ہے اس سے خوش رہنا۔ جب ہم سب سے شکایت کریں تو ہمیں خود کو دیکھنا چاہیے کہ کہیں ہم خود تو غلطی نہیں۔ ہم بھول جاتے ہیں کہ آخرت اجر کی جگہ ہے اور یہ دنیا امتحان گاہ ہے۔ اس دنیا کی خوشی امتحان ہے، اس کے غم امتحان ہیں، اس میں پانا امتحان ہے، اس میں کھونا امتحان ہے، اس میں حاصل کرنا امتحان ہے، اس میں ناکام ہونا امتحان ہے اور اس کی کامیابی امتحان ہے۔ یہ دنیا ایک عارضی رہائش ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں ہمیں اللہ کی اطاعت کرنی چاہیے، اور اپنی مرضی نہیں کرنی۔ اس دنیا میں اللہ ہمارا امتحان لے رہا ہے۔ ہمیں اس کے حکم کی اطاعت کرنا ہوگی۔ جنت میں وہ سب کچھ ملے گا جس کی ہم خواہش رکھتے ہیں۔ وہاں اللہ کو آزماؤ، اُس سے مانگو جو کچھ تم چاہتے ہو، وہ تمہیں ملے گا۔ ہماری زندگی میں تاریکی، غار کی تاریکی نہیں، بلکہ یہ ایک سرنگ کی تاریکی ہے۔ ہمیں سفر جاری رکھنا چاہیے، ہم دوسری طرف سے نکل آئیں گے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُس عمل کو پسند کرتے ہیں جو متواتر کیا جائے اگرچہ وہ بہت ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ ہمیں اس دنیا میں امتحان پاس کرنے کے لیے سخت محنت کرنی چاہیے تاکہ اِس قابل ہو سکیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے شفیق ترین چہرے (وجہ الکریم) کی زیارت کے قابل ہو سکیں۔ جو حقیقی طور پر عظیم ترین تحفہ ہے۔ اے اللہ، ہمارے لیے اذن کر دے کہ ہم تیرے چہرے کا دیدار کر سکیں۔ آمین!

ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اپنا تعلق بڑھانا چاہیے۔ تعلق بڑھانے کا طریقہ، اُس کی نشانیوں کو شناخت کرنا، اور اس کے کلام قرآن پاک سے محبت کرنا ہے۔ جب ہم کلام اللہ پر جھگڑتے ہیں تو اللہ سے رشتہ توڑ لیتے ہیں۔ اسی لیے جب ہم اللہ کے کلام کی تلاوت کرتے ہیں تو ہمارے دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اللہ کی محبت پیدا کرو، اللہ ہم سے محبت کرے گا۔ اللہ کے قریب تر آنے کے لیے بہترین طریقہ نماز ہے۔ آج ہم نے اُمت کی حیثیت سے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے۔ ہم نے نماز فجر کی عادت چھوڑ دی ہے۔ ہم نے آدھی رات کی نماز کی عادت چھوڑ دی ہے۔ ہم نے سفر میں نماز کی عادت چھوڑ دی ہے۔ ہم نے خوشی، غمی اور بیماری وغیرہ میں نماز پڑھنے کی عادت چھوڑ دی ہے۔ پہلی چیز جس کے متعلق ہم سے سوال ہو گا وہ نماز ہے۔ پکارنے

والا (مؤذن) دن میں پانچ دفعہ بادشاہوں کے بادشاہ اللہ کے دربار میں حاضری کے لیے بلاتا ہے، اور ہمارے پاس اُس کے لیے وقت نہیں ہے۔ اگر وہ الکریم نہ ہوتا تو ہم بہت مشکلات میں گھر جاتے۔ اے مسلمانو، نماز پڑھنا شروع کر دو، قبل اِس کے کہ امتحان کا وقت ختم ہو جائے۔ اپنے آپ کو آخرت کے لیے تیار کرو، اگر ہم ایسا کریں گے، تو اللہ ہم سے محبت کرے گا۔ ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا، کہ جب اللہ اپنے کسی بندے سے پیار کرتے ہیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ جبرائیلؑ کو بلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں فلاں بن فلاں سے محبت کرتا ہوں (تصور کریں کہ وہ فلاں بن فلاں آپ ہیں)، اور پھر جبرائیلؑ کو حکم دیتے ہیں کہ وہ بھی اُس سے محبت کرے۔ اس طرح جبرائیلؑ بھی اُس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ جبرائیلؑ آسمانوں کے مکینوں (فرشتوں) کو بلاتے ہیں اور اُنہیں اُس آدمی سے محبت کرنے کا حکم دیتے ہیں جس سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ محبت کرتے ہیں، تمام فرشتے اُس سے محبت کرنا شروع کر دیتے ہیں، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ زمین پر اہل ایمان میں اُس کی محبت ڈال دتے ہیں (جبرائیلؑ وہ ہیں جن کے متعلق اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ جو کوئی اللہ، اس کے فرشتے اور اس کے رسولوں اور جبرائیل اور میکائیل کے دشمن ہیں، تو اللہ ان کافروں کا دشمن ہے(2:98))(مسلم، کتاب البر، 6705،Ref#3)۔ اللہ سبحا وتعالیٰ اُس کے دوست بن جاتے ہیں۔ تمام فرشتے اُس کے دوست بن جاتے ہیں۔ تمام اہل ایمان اُس کے دوست بن جاتے ہیں۔ اے مسلمانو، آئیں، ہم وہ فرد بن جائیں جو اپنے رحیم رب سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔ آئیں اپنی نماز میں اس کے حضور عاجزی سے سجدہ ریز ہو جائیں۔ نماز ایک علامت ہے جو ہمیں بتاتی ہے کہ ہم اللہ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ اے اللہ، ہمارے اندر اپنی محبت راسخ کر دے تاکہ ہم تجھے دل و جان سے محبت کر سکیں اور اپنی انتہائی کوشش سے تجھے راضی کر سکیں۔ اے اللہ، ہمیں اُن لوگوں میں سے بنا جو تجھے دن اور رات سجدہ کرتے ہیں۔ آمین!

اللہقرآن میں کہتا ہے: اگر ہم نے یہ قرآن کسی بھی پہاڑ پر اُتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جارہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے، یہ مثالیں ہم لوگوں کو اس لیے بیان کرتے ہیں کہ وہ غور کریں(59:21)۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن میں مومنوں کے پانچ خواص بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: سچے اہلِ ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سُن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں، جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں(8:2-4)۔

اے مسلمانو، اللہ کے خاص فرشتے گلیوں میں گشت کرتے ہیں اور اُن بندوں کو تلاش کرتے ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالٰی کو یاد کر رہے ہوں، یہ فرشتے اللہ کو بتاتے ہیں کہ تیرے فلاں فلاں بندے تجھ کو یاد کر رہے ہیں، تیری عبادت کر رہے ہیں۔ اللہ فرشتوں سے پوچھتے ہیں، کیا اُنہوں نے اُسے دیکھا ہے ؟ فرشتے کہیں گے، اے اللہ نہیں۔ اللہ کہیں گے اگر اُنہوں نے مجھے دیکھا ہوتا تو، فرشتے جواب دیں گے کہ وہ ہم سے زیادہ تیری عبادت کرتے۔ اللہ اُن سے پوچھیں گے کہ وہ میری عبادت کیوں کر رہے ہیں، اور وہ کیا چاہتے ہیں؟ فرشتے جواب دیں گے کہ وہ تیری جنت کے طالب ہیں۔ اللہ پوچھیں گے کہ کیا اُنہوں نے میری جنت دیکھی ہے۔ فرشتے جواب دیں گے، اے اللہ نہیں۔ اللہ اُن سے پوچھیں گے اگر وہ میری جنت دیکھ لیتے۔ فرشتے کہیں گے وہ تیری عبادت اور زیادہ جذبے سے کرتے۔ اللہ پوچھیں گے، وہ کس چیز سے خوفزدہ ہیں ؟ فرشتے کہیں گے کہ وہ تیری جہنم سے خوفزدہ ہیں۔ اللہ پوچھیں گے کہ کیا اُنہوں نے جہنم کی آگ دیکھی ہے ؟ فرشتے کہیں گے، اے اللہ نہیں۔ اللہ پوچھیں گے کہ اگر انہوں جہنم کی آگ دیکھی ہوتی۔ فرشتے کہیں گے کہ وہ تیری نارِ جہنم سے دور بھاگنے کی کوشش کرتے اور تیری زیادہ عبادت کرتے اور نادم ہوتے۔ اللہ فرشتوں سے کہیں گے کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اُنہیں معاف کر دیا۔ شکریہ اللہ۔

اے لوگو، اللہ کا آخری پیغام قرآن کہتا ہے: اُس دن کی رسوائی و مصیبت سے بچو جب تم اللہ کی طرف واپس آؤ گے، وہاں ہر شخص کو اُس کی کمائی ہوئی نیکی یا بدی کا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر ظلم ہر گز نہ ہو گا (2:281)۔

اے اللہ تو ہمارا مالک ہے اور تیرے پاس ہی ہم سب نے واپس لوٹنا ہے۔ اپنے ربّ کی طرف ہمارا طویل سفر لمحہ بہ لمحہ اختتام پذیر ہو رہا ہے، یہاں تک کہ موت ہمیں آلے گی۔ اگر ہم ایک نظر اپنے اعمال پر ڈالتے ہوئے غور و فکر کرتے ہوئے سوچیں، کیا ہم اپنے رحیم ربّ سے ملاقات کے لیے تیار ہیں ؟ یا ہمارے اعمال ہمارے لیے ذلت ورسوائی کا سبب ہونگے۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے اللہ سے معافی مانگیں اور خلوصِ دل سے ندامت و شرمندگی کا اظہار کریں، کیونکہ گناہ اللہ کے سوا کوئی معاف نہیں کر سکتا۔

میں اپنے اختتامی کلمات اِن دو واقعات پر ختم کرتا ہوں۔ نبی پاکؐ معراج پر جنت کی سیر کر رہے تھے کہ آپؐ کو دلکش مہک محسوس کی تو آپؐ نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کیسی مہک ہے۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ فرعون کی ہیر ڈریسر کی مہک ہے۔ نبیؐ نے کہا مجھے اُس کی کہانی سناؤ۔ جبرائیلؑ کہنے لگے کہ ایک دفعہ ہیر ڈریسر فرعون کی بیٹی کے بال بنا رہی تھی کہ کنگھی گر گئی۔ ہیر ڈریسر نے بسم اللہ کہہ کر کنگھی اٹھائی۔ شہزادی نے پوچھا کہ تو نے یہ میرے باپ کے لئے کہا ہے۔ ہیر ڈریسر نے کہا نہیں، اللہ کے لئے جو میرا اور فرعون کا ربّ ہے۔ شہزادی نے

کہا میں بابا کو بتاؤں، اُس نے کہا بتادو۔ اگلے دن فرعون نے اُسے دربار میں طلب کیا اور پوچھا، تیرا ربّ کون ہے۔ وہ بولی اللہ میرا اور تیرا ربّ ہے۔ فرعون نے اُسے جانے دیا۔ اگلے دن صبح اُس نے اپنے کارندے بھیج کر اُسے اور اُس کے بچوں کو دربار میں بلا لیا۔ جہاں پر ایک بڑے کڑاھے میں تیل اُبل رہا تھا۔ فرعون نے مکروہ قہقہہ لگاتے ہوئے پوچھا کہ بتا تیرا ربّ کون ہے۔ ہیر ڈریسر نے کہا میرا اور تیرا ربّ اللہ ہے۔ اُس کے کارندے نے ایک بچے کو اٹھا کر تیل میں پھینک دیا۔ بچہ جل کر کوئلہ بن گیا۔ فرعون نے قہقہہ لگاتے ہوئے پھر پوچھا کہ اب بتا تیرا ربّ کون ہے؟ ہیر ڈریسر نے پھر کہا میرا اور تیرا ربّ اللہ ہے۔ اُس کے کارندے نے دوسرے بچے کو اٹھا کر تیل میں پھینک دیا۔ وہ بچہ بھی جل کر کوئلہ بن گیا۔ اس کے کارندے نے تیسرے دودھ پیتے بچے کو تیل کے اوپر لہرا دیا۔ فرعون نے قہقہہ لگاتے ہوئے پھر پوچھا کہ اب بتا تیرا ربّ کون ہے۔ ہیر ڈریسر تھوڑا سا جھجکی، کہ معصوم بول پڑا کہ ماں ہم جنت میں جا رہے ہیں۔ وہ بولی میرا اور تیرا ربّ اللہ ہے۔ اُس ظالم نے اُسے اور اس معصوم کو تیل میں ڈال کر جلا دیا۔ اللہ نے فرعون کی لاش کو محفوظ کر کے اِس ظالم کو رہتی دنیا کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا۔ اے اللہ، ہمارا ایمان اتنا مضبوط نہیں۔ اے اللہ، تو کمزور ایمان والوں کا بھی ربّ ہے۔ یا اللہ، ہمارے لئے بھی معافی کی راہ نکال۔ آمین۔

ایک نیک عورت کا ایک بدکردار بیٹا تھا جس کا نام دینار العیار تھا۔ اُس کی ماں اُس کو بہت سمجھاتی لیکن اُس کے کان پر جوں تک نہ رینگتی۔ ایک دن وہ قبرستان سے گزر رہا تھا کہ اُس کی نظر ایک ہڈی پر پڑی جو راکھ ہو چکی تھی۔ اس کے دل پر اس کا گہرا اثر ہوا اور وہ اپنی گذشتہ زندگی کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس نے اپنے آپ کو برا بھلا کہا اور کہا کہ تو نے اِسی مٹی میں جانا ہے۔ اُسے اپنے سارے گناہ یاد آنے لگے۔ اِس نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا کہ وہ اپنے آپ کو اُس (اللہ) کے حوالہ کرتا ہے، وہ اُسے قبول کر لے اور معاف کر دے۔ دینار دل کی تبدیلی کے ساتھ ماں کے پاس گیا اور پوچھنے لگا، ماں اگر غلام مالک سے فرار ہو جائے تو اُسے کیا سزا دیتے ہیں۔ ماں بولی، اُس کے ہاتھ، پاؤں باندھ کر رکھتے ہیں تا کہ بھاگ نہ سکے، اُسے کم معیار کا کھانا اور پہننے کے لیے موٹے کپڑے دیتے ہیں۔ اُس نے اپنی ماں سے کہا کہ اُس کے ساتھ وہی کچھ کیا جائے جو ایک بھگوڑے غلام کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ شاید اللہ اُسے معاف کر دے۔ ماں جب اُسے نہ سمجھا سکی تو اُس نے اُس کی ضد کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ وہ جہنم سے اتنا خوفزدہ تھا کہ اُس کی جان اِسی حالت میں نکل گئی۔ اُس کی ماں نے کہا لوگو! اُس کے جنازے میں شامل ہو جاؤ، جو جہنم سے ڈر گیا تھا۔ چند دن بعد وہ اپنے دوست کے خواب میں آیا اور کہا کہ میری ماں کو خوشخبری دے دینا کہ اللہ نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ اے اللہ، ہمارا کیا بنے گا۔ اے اللہ،

ہمارے دل میں بھی جہنم کا اور اپنا خوف ڈال دے۔ آمین۔ اے اللہ، ہمیں اُن لوگوں میں شامل کر دے جو نادم اور شرمسار ہوتے ہیں اور جسمانی اور اخلاقی طور پر صاف ستھرے اور آلودگی سے پاک رہتے ہیں۔ اے اللہ، ہم کو اُن لوگوں میں سے بنا جو پُر عزم و پختہ ارادہ کے مالک ہیں اور تیرا شکر بجالاتے ہیں۔ اے اللہ، ہمیں اپنے خزانے سے آرام و سکون، خوشی و امن، اپنی محبت اور رہنمائی و ہدایت عطا فرما،اور ہماری تمام برائیوں سے حفاظت فرما۔ آمین!

جب میں اپنی مندرجہ بالا کتاب سے غلطیوں کو درست کر رہا تھا تو میرا ایسے سوالات کا گزر ہوا جو حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے پوچھے تھے۔ ان سوالوں نے میرے سوال کا جواب دیا تھا کہ اللہ کمزور عقیدے والوں کا بھی ربّ ہے۔ ایک دفعہ حضرت موسیٰؑ ایک پہاڑ پر چڑھے اور اللہ سے پوچھا کہ تیرا سب سے گنہگار بندہ کون ہے۔ اللہ نے کہا نیچے جا کر دیکھ لو۔ وہ نیچے آئے اور ایک آدمی کو بچے کے ساتھ جاتے دیکھا۔ اگلے دن موسیٰؑ پہاڑ پر چڑھے اور اللہ سے پوچھا کہ تیرا گناہوں سے پاک بندہ کون ہے۔ اللہ نے کہا نیچے جا کر دیکھ لو۔ جب حضرت موسیٰؑ نیچے گئے تو اُنہیں حیرت ہوئی کیونکہ اُنہوں نے اُسی شخص کو دیکھا جسے کل دیکھا تھا۔ موسیٰؑ پھر اللہ سے مخاطب ہوئے اور دریافت کیا کہ سب سے گنہگار اور سب سے پاک ایک شخص کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ نے جواب دیا کہ کل جب یہ پہاڑ کے پاس سے گزرا، اُس کے بیٹے نے اُس سے سوال کیا کہ سب سے طاقتور چیز کیا ہے۔ باپ نے کہا زمین۔ بیٹے نے پوچھا کہ زمین سے طاقتور چیز کیا ہے۔ باپ نے کہا سمندر جو زمین کو بہالے جاتا ہے۔ بیٹے نے پھر پوچھا سمندر سے طاقتور کیا ہے۔ باپ نے کہا آسمان جو پانی کو بخارات بنا کر اڑا لے جاتا ہے۔ بیٹے نے پھر پوچھا آسمان سے طاقتور کیا ہے۔ باپ بولا تمہارے باپ کے گناہ جس سے ہر طرف بربادی آجاتی ہے۔ بیٹے نے پھر پوچھا کہ آپ کے گناہوں سے طاقتور کیا ہے۔ باپ بولا اللہ کی رحمت جو گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ اللہ نے اس جملہ کی وجہ سے اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے۔ اے اللہ، تیرا لاکھ لاکھ شکر کہ تو نے اپنی رحمت کے 99% ہمیں معاف کرنے کے لیے رکھ لیے، جس کی وجہ سے آج ہم پُر امید ہو گئے ہیں۔ (حسبی اللہ) اللہ تو ہمارے لیے کافی ہے۔ یا اللہ تو ہی ہمارا حاجت رواہے، تو ہی ہمارا داتا ہے، تو ہی ہمارا مشکل کشا ہے۔ میں کتاب کو اس شعر سے ختم کرتا ہوں:

مجھے عاجزی میں وہ مزہ ملا کہ جو غرور تھا وہ نکل گیا
تیرے کرم کی ایسی ہوا چلی کہ میں گرتے گرتے سنبھل گیا

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

دعاء

اے اللہ ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اے رحیم،اے شفیق ربّ! اے پناہ دینے والے،اس کو جو پناہ طلب کرتا ہے۔ اے خوفزدوں کو امان دینے والے،اے اُس کا سہارا، جس کا کوئی سہارا نہیں،اے اُس کا حامی، جس کا کوئی حامی نہیں،اے اس کا ذخیرہ، جس کے پاس کوئی ذخیرہ نہیں۔اے کمزوروں کے نگہبان، اے غریبوں کے خزانے۔ اے بڑی امید گاہ، اے ڈوبتوں کو بچانے والے، اے تباہ شدہ کو بچانے والے۔اے احسان و اکرام کرنے والے۔اے جبار،اے منیر۔ تو وہ ہے جس کے لیے رات کی تاریکی اور دن کی روشنی اور سورج کی کرن اور چاند کی شعاعیں، درخت کی سرسراہٹ اور پانی کی آواز سجدہ ریز ہیں۔ یااللہ، تو ہی اللہ ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیرا کوئی شریک نہیں، ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں، کہ تو محمدؐ، آل محمدؐ اور آصحابِ محمدؐ پر رحمت نازل فرما۔

اے اللہ، ہم میں اپنی محبت ڈال دے کہ ہم تجھ سے دل کی گہرائیوں سے محبت کریں اور اپنی بے انتہا جدوجہد سے تجھے راضی کریں۔اے اللہ، ہمارے دل میں اپنی مخلوق کی محبت ڈال دے خاص طور پر انسان کی، کیونکہ تو اپنی مخلوق سے ماؤں سے ستر گنا سے زیادہ پیار کرتا ہے۔اے اللہ، ہمارے دلوں کو رحم سے بھر دے کیونکہ تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے،اور تو اُن کو پسند کرتا ہے جو رحم کرتے ہیں۔اے اللہ، ہمیں شفیق بنا، ہم میں اپنی مخلوق کے لیے شفقت ڈال، کیونکہ تو شفیق ہے۔اور اُن کو پسند کرتا ہے جو دوسروں کے ساتھ شفقت سے پیش آتے ہیں۔اے اللہ، ہمیں نرم دل بنا تاکہ ہم اپنے ساتھ زیادتیاں کرنے والوں کو معاف کر سکیں، کیونکہ تو معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔اے اللہ، ہمیں مصیبت میں صبر کرنے والوں میں سے بنا، کیونکہ تو صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔اے اللہ، ہمیں سخی بنا، تاکہ ہم محتاجوں کی ضروریات پوری کر سکیں، کیونکہ تو سخاوت کو پسند کرتا ہے۔اے اللہ، ہمیں اتنی ہمت دے کہ ہم مظلوم کی مدد کر سکیں، کیونکہ تو اُن کو پسند کرتا ہے جو مظلوم کی مدد کرتے ہیں۔اے اللہ، ہمیں اپنے خاندان، عزیز و اقارب، دوست احباب، مسلمانوں اور کل انسانیت کے لیے خیر خواہ بنا، کیونکہ تو خیر خواہی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔اے اللہ، ہمیں اُن میں سے بنا جو اُمت کو، قرآن اور سنت کے ذریعے جوڑتے ہیں، اور اُن میں سے نہ بنانا جو اُس کو تقسیم کرتے ہیں۔اے اللہ، نبی پاکؐ نے فرمایا کہ آپ کی امت 73 فرقوں میں بٹے گی اُن

میں سے ایک فرقہ جنت میں جائے گا جو قرآن، نبی پاکؐ اور صحابہ کرامؓ کی سنت پر ہو گا۔اے اللہ، ہمیں اُن میں سے بنا۔اور اے اللہ ہمیں اُن میں سے بنا جو فتنے میں قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں۔آمین!

اے اللہ، میں اپنے آپ سے شرمندہ ہوں، اور اُن گناہوں پر بھی شرمندہ ہوں جو میں نے کیے ہیں۔اور میں نے اپنی زندگی میں تیرے جن احکامات کی نافرمانی کی ہے اُس پر بھی میں شرمندہ ہوں۔اے اللہ، اس ہیچ روح کو معاف فرمادے، کیونکہ تیرے علاوہ کوئی معاف نہیں کر سکتا۔اے اللہ، قرآن میں جو آخری آیات نازل ہوئیں اُن میں سے ایک یہ تھی: یہ ذہن میں رکھو اور خبر دار رہو اُس دن سے جس دن تم نے اپنے ربّ کے پاس لوٹنا ہے(2:281)۔اے اللہ! میں 73 سال کا ہو گیا ہوں۔میں زندگی کے سفر میں بہت آگے آگیا ہوں اور میری تیاری کچھ بھی نہیں ہے۔اے اللہ، کمزوری نے مجھے آلیا ہے، اور موت میرے قریب آگئی ہے، اور میرے اُوپر گناہوں کے پہاڑ منڈلا رہے ہیں۔اے اللہ، میں بھول گیا تھا، کہ میں تیرا ہوں اور تیری طرف لوٹنا ہے۔اے اللہ، تیری حکم عدولیاں کر کے میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیے ہیں۔اے اللہ، سجدے میں مجھے کبھی خیال آتا ہے کہ میں تیرے پیروں کو بوسہ دوں، پھر مجھے یاد آجاتا ہے جو میں آج تک کرتا رہا ہوں، پھر بے وفا ہونے لے ناطے رک جاتا ہوں۔اے اللہ، کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ میں تیرے پاؤں کے نیچے کی مٹی کو چاٹوں، جس طرح ایک کتا اپنے مالک کے پاؤں چاٹتا ہے، پھر خیال آتا ہے کہ کتا ایک وفادار جانور ہے، اور میں کبھی تیرا باوفا نہیں تھا۔اے اللہ، اے اللہ، میں اِس سے بھی ہٹ جاتا ہوں۔اے اللہ، مجھے احساس ہے کہ تیری رحمت کے بغیر، میں کتے کے درجے سے بھی کم تر ہوں۔

اے اللہ جب میں تہجد نماز کی نیت میں اکثر پڑتا ہوں کہ میں اپنا رخ صرف اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور میں یقیناً اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔میری نماز، میری تمام عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو ساری کائنات کا ربّ ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں۔عام طور پر میں یہیں رک جاتا ہوں۔شاذ و نادر جب غیر ارادی طور پر میں اگلا جملہ پڑھتا ہوں "اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے "اور جب مجھے یہ کہنا ہوتا ہے، "اور میں ایک مسلمان ہوں"، تو میری زبان ہکلا جاتی ہے، میرا ضمیر مجھے جھنجھوڑ کر پوچھتا ہے، "کیا تم اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے کے اہل ہو؟ اے اللہ میں جانتا ہوں کہ میں اس لائق نہیں ہوں، مجھے بخش دے اور مجھے اپنا فرمانبردار بندہ بنادے۔

اے اللہ، تیری رحمت کے بغیر، میری نمازیں بیکار ہیں، کیونکہ میری توجہ نہیں ہوتی۔ میرے صدقات بیکار ہیں، کیونکہ اس میں ریا ہے۔ میری عبادات بیکار ہیں، کیونکہ اس میں اخلاص کا فقدان ہے۔ اے اللہ، میں خود بیکار ہوں، کیونکہ میں گناہ گار ہوں۔ اے اللہ، براہِ مہربانی، براہِ مہربانی معاف کر دے۔ اے اللہ، میں تیری ناراضگی سے تیری رضا میں پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ، میں تیری سزا سے تیری مغفرت میں پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ، میں تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ، کبھی خیال آتا ہے کہ تجھ سے کہوں کہ مجھے پل صراط کو عبور کرنے والا آخری شخص بنا دے۔ اے اللہ، کبھی خیال آتا ہے کہ تجھ سے کہوں کہ مجھے، جہنم میں سے نکلنے والا آخری شخص بنا دے۔ اے اللہ، کبھی خیال آتا ہے کہ تجھ سے کہوں کہ مجھے کم از کم اہل اعراف میں سے بنا دے، جو نہ جنت میں ہوں گے نہ دوزخ میں۔ اے اللہ! پھر مجھے نبی پاکؐ کی حدیث یاد آ جاتی ہے، کہ جب اللہ سے مانگو تو کھل کر مانگو کیونکہ اُس کے لیے کچھ بھی دینا بعید نہیں۔ اے اللہ، تو میرے بیوی بچوں کو میری آنکھوں کی نہ ختم ہونے والی ٹھنڈک بنا دے اور مجھے متقیوں کا امام بنا۔

اے اللہ، میں تیرا معافی مانگنے والا غلام ہوں۔ اے اللہ، میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری کر دے جیسے مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔ اے اللہ، میرے گناہوں کو اس طرح دھو دے جیسے سفید کپڑے کو میل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ، مجھے اور میرے گناہوں کو پانی، برف اور اولوں سے دھو دے۔ اے اللہ، تو میرا ربّ ہے اور تیرے علاوہ کوئی ربّ نہیں، تو نے مجھے تخلیق کیا اور میں تیرا غلام ہوں۔ اے اللہ، میں تجھ سے کیا وعدہ پورا کرنے کی کوشش کروں گا، اِس کے باوجود مجھ سے بہت سی خطائیں سرزد ہوں گی۔ اے اللہ، مجھے میرے اعمالوں کی سزا سے بچا لے۔ اے اللہ، میں تیری ساری نعمتوں اور اپنی غفلتوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ اے اللہ، مجھے معاف کر دے، تیرے علاوہ کوئی معاف کر نہیں سکتا۔ اے اللہ! میرے دین کو سنوار دے جو میرے کاموں میں سب سے زیادہ مضبوط پکڑنے کی چیز ہے، اور میری دنیا درست فرما دے، جس میں میری یہ موجودہ زندگی ہے، اور میری آخرت ٹھیک کر دے جہاں مجھے لوٹ کر جانا ہے۔ اے اللہ، میری زندگی کو ہر خیر میں ترقی کا ذریعہ بنا دے، اور میری موت کو میرے لیے ہر شر سے راحت کا سبب بنا دے۔ اے اللہ! میں تجھ پر ایمان رکھتا ہوں، میں تیرے فرشتوں پر ایمان رکھتا ہوں، میں تیری کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں، میں تیرے نبیوں پر ایمان رکھتا ہوں، میں آخری گھڑی پر ایمان رکھتا ہوں اور تقدیر پر ایمان رکھتا ہوں۔ اے اللہ! میں بیکار ہوں، لیکن تیرا غلام ہوں، اور تجھ سے زیادہ کوئی رحیم نہیں۔ اے اللہ! تو نے کہا تھا کہ میری رحمت سے نا امید نہ ہونا۔ اے اللہ! تیری یہ رحمت ہی میرے لیے تنکے

کا سہارا ہے جو ادھر مجھے گناہوں کے سمندر میں ڈوبنے سے اور آخرت میں آگ کے سمندروں میں غرق ہونے سے مجھے بچالے گی۔اے اللہ ! مجھے گنوانہ دینا۔میں بد ہوں لیکن تجھ پر ایمان رکھتا ہوں۔میں تیرا غلام ہوں اور تیری رحمت پہ یقین رکھتا ہوں،اور یہ کہ تیرا راستہ ہی نجات کا راستہ ہے۔

اے اللہ، میں تیرا نکما غلام ہوں اور میں جانتا ہوں، تو اپنے غلاموں سے بہت پیار کرتا ہے۔اے اللہ، میرے لیے نجات کا راستہ نکال۔اے اللہ، راہِ راست پانے میں میری مدد کر، مجھے پتہ ہے کہ تو کر سکتا ہے۔میں اپنے سارے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں، اور اپنے آپ کو تیری رحمت کے حوالے کرتا ہوں۔کیونکہ تجھ سے زیادہ کوئی رحیم نہیں ہے۔اے اللہ، یہ سوچ، کہ میں جہنم میں جا سکتا ہوں، مجھے انتہائی خوفزدہ کر دیتی ہے۔اے اللہ، میں تیری ناراضگی سے تیری رضا میں پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ، میں تیری سزا سے تیری مغفرت میں پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ، میں تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔اے اللہ، مجھے اور تمام مسلمانوں کو جہنم سے دور کر دے کیونکہ یہ بدترین جگہ ہے۔اے اللہ، میرے اور کل مسلمین کے گناہوں کو دھو دے اور ہمیں اپنا ولی ہونے کے قابل بنا۔اے اللہ، میں تیرا ولی بننا چاہتا ہوں۔میری حیثیت کو بلند کر دے تاکہ میں تیرا ولی بننے کے قابل ہو جاؤں۔اے اللہ، مجھے قوی امید ہے کہ میرا رحیم رب مجھے معاف کر دے گا۔اے اللہ، مجھ میں اپنی محبت ڈال دے کہ میں تجھے دل و جان سے پیار کروں، اور تجھے اپنی حتی الوسع جد وجہد سے راضی کروں۔اے اللہ میری مدد کر کہ میں تجھے یاد کروں، تیرا شکر ادا کروں اور تیری عبادت احسن طریقے سے ادا کروں۔اے اللہ، میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے اور پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے، اور اے اللہ، میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں گناہوں سے اور قرض سے۔اے اللہ میں تجھ سے موت سے پہلے توبہ کا سوال کرتا ہوں، موت کے وقت راحت کا سوال کرتا ہوں اور موت کے بعد مغفرت اور راحت کا سوال کرتا ہوں۔اے اللہ، میں تجھ سے حساب کتاب کے وقت معافی طلب کرتا ہوں، اور انعام میں جنت طلب کرتا ہوں اور جہنم سے نجات مانگتا ہوں، اے عزیز، اے غفار۔اے اللہ، میں تجھ سے راضی ہوں تجھے اپنا ربّ مان کر اور میں راضی ہوں اسلام کو اپنا دین مان کر اور میں راضی ہوں محمد ﷺ کو تیرا نبی اور اپنا راہبر مان کر۔اے اللہ، میرے لیے اچھائی میں اضافہ فرما، کمی نہ کر، اے اللہ مجھے اٹھا اور میری اہانت نہ کر۔مجھے اپنی ہر طرح کی نعمتیں عطا فرما، مجھے محروم نہ کر، اے اللہ، مجھے اثر والا بنا اور متاثر نہ کر، اے اللہ، مجھے اپنا لے، میرے مقابلے میں دشمنوں کو ترجیح نہ دے۔تو مجھ سے راضی ہو جا اور مجھے راضی کر دے۔آمین !

اے اللہ، اُمت کی حیثیت سے ہم اپنا راستہ کھو چکے ہیں، ہماری سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما۔ اے اللہ، اُمت کو دوبارہ سنہری دور کی طرف لوٹادے۔ اے اللہ، جہاں بھی مسلمان ظالم سے لڑرہے ہیں، اُن کی اپنی افواج سے مدد فرما۔ اے اللہ، تو ہماری اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کی اور تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی مغفرت فرمااور ہمارے دلوں میں باہمی الفت و محبت پیدا کردے اور ہمارے تعلقات درست فرمادے۔ اے اللہ، اپنے اور ہمارے دشمنوں پر فتح عطا فرما۔ اے اللہ، لعنت بھیج اُن کافروں پر جو تیرے راستے (دین) سے لوگوں کو روکتے ہیں اور تیرے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں اور تیرے دوستوں (مسلمانوں) کو قتل کرتے ہے۔ اے اللہ، تواُن کے درمیان پھوٹ ڈال دے، اور اُن کے قدموں کو ڈگمگادے، اور اُن پر تو اپنا عذاب نازل کر جو تو مجرم قوموں سے کبھی رد نہیں کرتا۔ آمین!

اے اللہ ہمیں حکمت دے، تاکہ جو ہم تیری کتاب میں سے پڑھتے ہے اُسے سمجھ سکیں، اور ہمیں اُن کے عجائبات کو تسلیم کرنے کی توفیق دے، اور ہمیں وہ نیک اعمال دے جو ہمارے ساتھ جائیں گے۔ اے اللہ، تو سب پر غالب ہے۔ اے اللہ، ساری تعریفیں تیرے لئے ہیں، تو زمین و آسمان اور جو کچھ اِس میں ہے، اُس کی روشنی ہے۔ اے اللہ، ساری تعریفیں تیرے لئے ہیں، تو زمین و آسمان اور جو کچھ اِس میں ہے، اُس کا قائم کرنے والاہے۔ اے اللہ، ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں، تو حق ہے، تیرا وعدہ حق ہے، تیرا قول حق ہے، تیری طرف لوٹنا حق ہے، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، آخری گھڑی حق ہے، سارے نبی حق ہیں اور محمدؐ حق ہیں۔ اے اللہ، میں ہم آپ کو تیرے حوالے کرتے ہیں، میں تجھ پر آسرا کرتے ہیں، تجھ پر یقین رکھتے ہیں، تجھ سے توبہ کے لئے رجوع کرتے ہیں، تیری خاطر جھگڑتے ہیں اور تجھ سے فیصلہ کے لئے رجوع کرتے ہیں۔ براہِ مہربانی، ہمارے پچھلے اور اگلے گناہ معاف کردے، جو ہم نے چھپ کر کئے، یا سرعام کئے۔ تو ہی اول ہے اور تو ہی آخر، اور تیرے علاوہ کوئی ربّ نہیں۔ اے اللہ! ہم تیرے شکر گزار ہیں کہ تو نے اپنے تخت پر لکھا کہ تیری رحمت تیرے غصے پر غالب آئے گی۔ اے اللہ! دنیا اور آخرت میں ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی کرنا۔ اے اللہ! ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی ہمارے محبوب نبیؐ کے سامنے بھی کرنا۔ اے اللہ ہمارے رسولؐ پر، اُن کے اہل خانہ پر اُن کی آل وامت پر رحمت بھیج۔ آمین!

میں انّاں تے تلکنّ راستہ، تے دھیوے کون سنبھالا
دَھکےّ دیوّن بوھتے، تے توں ہتھ پکڑن والا
پچھلی راتیں رحمت رَبّ دی کرے بلند آوازہ
بخشش منگن والیاں تائیں کھلا ہے دروازہ

میں اندھا اور پھسلن والا راستہ، کون دیگا مجھے سنبھالا
دھکے دینے والے بہت ہیں، اللہ تو ہے ہاتھ پکڑنے والا
رات کے پچھلے پہر اللہ کی رحمت دیتی ہے آواز
بخشش مانگ نے والے ہیں تبھی ہے کھلا دروازہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

احادیث کے حوالہ جات

Ref#1 عن انس بن مالک قال قال رسول للہ ﷺ للہ اشد فرحا بتوبۃ عبدہ حین یتوب الیہ، من احد کم کان علی راحلتہ بارض فلاۃ فانفلتت منہ وعلیھا بعامہ وشرابہ فائیس منھا فاتی شجرۃ فاضطجع فی ظلھا قدا ایس من راحلتہ فبینا ھو کذالک اذا ھو بھا قائمۃ عندہ فاخذ بخطامھا ثم قال من شدۃ الفرح اللھم انت عبدی وانا ربک اخطا من شدۃ الفرح۔ صحیح مسلم کتاب الآداب حدیث 7060

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے بندے کی توبہ کے وقت بہت زیادہ خوش ہوتا ہے، تم میں سے اس شخص سے بھی زیادہ جو اپنی ایک صحرا میں اپنی سواری پر سفر کر رہا ہو پھر وہ سواری اس کی کھو جائے اور اس سواری پر اس کا کھانا پینا ہو۔ پھر اس کے ملنے سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سائے میں لیٹ گیا، اس دوران کہ وہ لیٹا ہوا تھا کہ اچانک اس کی سواری اس کے پاس کھڑی تھی۔ اس نے اس سواری کی لگام کو پکڑا اور پھر خوشی کی شدت میں کہنے لگا اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ خوشی کی شدت میں وہ خطا کر گیا۔

Ref#2 عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ قال: اسرف رجل علی نفسہ فلما حضرہ الموت أوصٰی بنیہ فقال: إذا أنا مت فأحرقونی ثم اسحقونی ثم ذرّونی فی الریح، فی البحر۔ فواللہ لئن قدر علیّ ربی لیعذبنی عذابا ما عذبہ أحدا۔ قال: ففعلوا بہ ذٰلک۔ فقال للأرض: أدی ما أخذت۔ فإذا ھو قائم۔ فقال لہ: ماحملک علی ماصنعت؟ قال: خشیتک أو مخافتک یا رب فغفرلہ لذٰلک۔ سنن ابن ماجہ حدیث 4255

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، نبیؐ نے فرمایا: ایک آدمی نے اپنی جان پر زیادتی کی (اور زندگی میں بہت گناہ کیے) جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے کہا: جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا، پھر مجھے (یعنی میری لاش کو) پیس کر، مجھے (یعنی میری راکھ کو) ہوا میں اڑا دینا اور سمندر میں بہا دینا۔ قسم ہے اللہ نے اگر مجھے پکڑ لیا تو مجھے ایسا عذاب دے گا جو کسی کو نہیں دیا ہو گا۔ ان بیٹوں نے ایسے ہی کیا۔ اللہ زمین سے کہا: جو تو نے لیا ہے حاضر کر دے (ایسے ہی سمندر سے بھی اس کی راکھ کے ذرات جمع کر کے اسے زندہ کر دیا) اچانک وہ (وہ زندہ سلامت) کھڑا کیا تھا۔ اللہ نے اس سے فرمایا: تو نے جو کام کیا ہے، اس پر تجھے کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا: میرے رب تیرے خوف نے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے اسے معاف کر دیا۔

Ref#3 عن أبی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: إن للہ إذا أحب عبدا دعا جبرئیل علیہ السلام فقال إنی احب فلانا فاحبّہ قال فیحبہ جبرئیل ثم ینادی فی السماء فیقول إن للہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ أہل السماء قال ثم یوضع لہ القبول فی الارض۔ صحیح مسلم، کتاب البر، حدیث 6705

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرئیلؑ کو بلا کر فرماتے ہیں: میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تُو اسے محبوب رکھ۔ فرمایا: پس جبرئیلؑ بھی اُس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر آسمان

میں منادی کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اُس سے محبت کرو۔ تو آسمان والے بھی اُس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر زمین میں اُس کے لیے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

Ref#4 قولہ ﷺ: تخلقوا بأخلاق اللہ تعالیٰ (تفسیر رازی)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ کے اخلاق اختیار کرو۔ تفسیر رازی

Ref#5 ذو الکفل من بنی اسرائیل لا یتورع من ذنب عملہ فأتتہ امرأۃ فأعطاھا ستین دینارا علی أن یطأھا فلما قعد منھا مقعد الرجل من امرأتہ ارتعدت و بکت فقال ما یبکیک أأکرھتک قالت لا ولکنہ عمل ما عملتہ قط وما حملنی علیہ الا الحاجۃ فقال تفعلین انت ھٰذا وما فعلتہ اذھبی فھی لک و قال واللہ لا أعصی اللہ بعدھا أبدا فمات من لیلتہ فأصبح مکتوبا علی بابہ إن اللہ قد غفر لذی کفل۔ تفسیر قرطبیؒ، جز: 11 ص: 328

ذوالکفل بنی اسرائیل میں سے تھا۔ وہ ایک گنارہ گار اور بدکار شخص تھا۔ اس نے ایک عورت کو بدکاری کے لیے ساٹھ دینار دیے۔ جب ذوالکفل اس سے بدکاری کرنے لگا، تو وہ عورت کانپنے لگی اور رونے لگی۔ ذوالکفل نے اس سے کہا: کیا میں نے تمھیں بدکاری کے لیے مجبور کیا ہے؟ اس عورت نے کہا: نہیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ میں نے ایسا کام کبھی نہیں کیا، مجھے فقر و فاقہ نے اس عمل پر آمادہ کیا ہے۔ ذوالکفل نے اس سے کہا: تم ایسا کام کرنے پر مجبور ہوئی جو تم نے کبھی نہیں کیا، جاؤ! یہ ساٹھ دینار لے جاؤ یہ تمہارے ہوئے۔ ذوالکفل نے کہا: اللہ کی قسم! میں آج کے بعد کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ذوالکفل اسی رات مر گیا جس رات اس نے توبہ کی۔ تو صبح ذوالکفل کے دروازے پہ لکھا ہوا تھا: "بے شک اللہ نے ذوالکفل کو بخش دیا ہے۔

Ref#6 حکی أن شیخا حج مع شاب فلما احرم قال لبیک اللھم لبیک فقیل لہ لا لبیک فقال شاب للشیخ ألا تسمع ھٰذا الجواب فقال کنت اسمع ھٰذا الجواب منذ سبعین سنۃ قال فلای شیٔ تتعب نفسک فبکی الشیخ فقال فالی ای باب التجیٔ فقیل لہ قد قبلناک۔ تفسیر روح البیان، جز: 10 ص: 176

حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک شیخ ایک نوجوان کے ساتھ حج کے لیے گیا۔ جب شیخ نے حرام باندھنے کے بعد لبیک اللھم لبیک کہا تو اسے (غیب سے) کہا گیا: لا لبیک (تمھارا لبیک قبول نہیں ہے) اس نوجوان نے شیخ سے کہا: کیا آپ یہ جواب نہیں سن رہے؟ اس شیخ نے کہا: میں ستر سال سے یہ جواب سن رہا ہوں۔ تو نوجوان نے شیخ سے کہا: پھر آپ یہاں اپنے نفس کو کیوں تھکا رہے ہیں؟ تو شیخ رونے لگا۔ اس نے شیخ نے کہا: پھر مجھے اس در کے علاوہ کوئی در بتاؤ جہاں میں التجا کروں؟ تو (فوراً غیب سے آواز آئی) اسے کہا گیا: ہم نے تمہارا لبیک قبول کر لیا۔

Ref#7 عن عبد اللہ بن عمرو یبلغ بہ النبی ﷺ: الراحمون یرحمھم الرحمن، ارحموا اہل الارض یرحمکم من فی السماء۔ سنن ابی داؤد حدیث 4941

سیدنا عبد اللہ بن عمروؓ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرمائے گا۔ تم اہل زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

Ref#8 عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا مضی شطر اللیل او ثلثاہ ینزل اللہ تبارک و تعالیٰ الی السماء الدنیا فیقول ہل من سائل یعطی ہل من داع یستجاب لہ ہل من مستغفر یغفر لہ حتی ینفجر الصبح۔ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، حدیث 1774

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدھی رات یا رات کا دو تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا ہے کوئی سوال کرنے والا کہ اُسے عطا کیا جائے۔ کیا ہے کوئی دُعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے۔ کیا ہے کوئی مغفرت مانگنے والا کہ اُسے بخش دیا جائے، یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔

Ref#9 عن جریر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ ﷺ من لا یرحم الناس لا یرحمہ اللہ عز وجل۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، حدیث 6030

حضرت جریر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ بھی اس پر آدمی پر رحم نہیں کرتا۔

Ref#10 عن حذیفۃ ان رجلا اتی بہ اللہ عز وجل فقال: ماذا عملت فی الدنیا؟ فقال لہ الرجل: ماعلمت من مثقال ذرۃ من خیر ارجوک بھا، فقالھا لہ ثلاثا و قال فی الثالثۃ: ای رب کنت اعطیتنی فضلا من مال فی الدنیا، فکنت ابایع الناس وکان من خلقی اتجاوز عنہ وکنت ایسر علی الموسر، وانظر المعسر۔ فقال عز وجل نحن اولی بذلک منک تجاوزوا عن عبدی فغفر لہ۔ مسند احمد، حدیث 17064

حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ اللہ عز وجل کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نے کیا عمل کیا ہے؟ آدمی نے کہا: میں نے ذرہ برابر بھی کوئی نیک عمل نہیں کیا جس کی مجھے کوئی امید ہو۔ اس آدمی نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔ تیسری بار وہ کہنے لگا: اے میرے رب تو نے دنیا میں مجھے وافر مال عطا کیا تھا۔ میں لوگوں کے ساتھ تجارت کیا کرتا تھا اور میری عادت تھی کہ میں مال دار کو سہولت دیتا اور تنگ دست کو مہلت دیتا تھا۔ اللہ عز وجل نے فرمایا: اس بات کا حق ہم زیادہ رکھتے ہیں۔ اللہ عز وجل نے فرمایا کہ میرے بندے کو بخش دیا جائے۔

Ref#11 عن ابی ہریرۃ قال قال النبی ﷺ بینما کلب یطیف برکیۃ کاد یقتلہ العطش اذ رأتہ بغی من بغایا بنی اسرائیل فنزعت موقھا فسقتہ فغفر لھا بہ۔ صحیح بخاری، کتاب بدا الخلق، حدیث 3467

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک کتا ایک کنوئیں کے چاروں طرف چکر کاٹ رہا تھا جیسے پیاس کی شدت سے اس کی جان نکل جانے والی ہو کہ بنی اسرائیل کی ایک زانیہ عورت نے اسے دیکھ لیا۔ اس عورت نے اپنا موزہ اتار کر کنوئیں سے کتے کو پانی پلایا اور اس کی مغفرت اسی عمل کی وجہ سے ہو گئی۔

Ref#12 عن ابی سعید الخدری عن النبی ﷺ قال کان فی بنی اسرائیل رجل قتل تسعۃ و تسعین انسانا ثم خرج یسال فاتی راہبا فسالہ فقال لہ ہل من توبۃ قال لا، فقتلہ فجعل یسال فقال لہ رجل ائت قریۃ کذا و کذا فادرکہ الموت فناء بصدرہ نحوھا فاختصمت

فیہ ملائکۃ الرحمۃ وملائکۃ العذاب فأوحی الی ھٰذہ ان تقربی واوحی اللہ الی ھٰذہ ان تباعدی و قال قسیوا ما بینھما فوجد الی ھذہ اقرب بشبر فغفر لہ۔ صحیح بخاری، کتاب بدا الخلق، حدیث 3470

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کیے تھے اور پھر مسئلہ پوچھنے نکلا تھا۔ وہ ایک راہب کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کیا اس گناہ کی توبہ کی کوئی صورت ممکن ہے؟ راہب نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس نے راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر وہ (دوسروں سے) پوچھنے لگا، آخر اسے ایک راہب نے بتایا کہ فلاں بستی میں جاؤ (وہ اس بستی کی طرف روانہ ہوا لیکن آدھے راستے میں بھی نہیں پہنچا تھا کہ) اس کی موت واقع ہو گئی۔ موت کے وقت اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف کر لیا آخر کار رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا ہوا (کہ کون اس کو لے جائے) لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو (جہاں سے نکلا تھا) حکم دیا کہ اس کی نعش سے دور ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا کہ اب دونوں کا فاصلہ دیکھو اور جب ناپا تو اس بستی کو (جہاں وہ توبہ کرنے جا رہا تھا) ایک بالشت نعش سے زیادہ قریب پایا تو اس کی مغفرت ہو گئی۔

Ref#13 عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ ثلاثۃ من کن فیہ نشر اللہ علیہ کنفہ وادخلہ جنتہ رفق بالضعیف والشفقۃ علی الوالدین والاحسان الی المملوک۔ جامع الاصول جز 9 حدیث 7312

حضرت جابر سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین خوبیاں جس شخص میں ہوں گی اللہ اسے اپنی رحمت کے سائے میں رکھے گا اور اپنی جنت میں داخل کرے گا۔ کمزوروں پر نرمی کرنا، والدین کے ساتھ شفقت کرنا اور ماتحتوں کے ساتھ احسان کرنا۔

Ref#14 عن سعد بن ابی وقاص قال قلت یا رسول اللہ ای الناا شد بلاء قال الانبیاء ثم الامثل فالامثل یبتلی العبد علی حسب دینہ۔ سنن ابن ماجہ، باب الصبر، 4023

حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سے سب سے زیادہ آزمائش میں کون مبتلا کیا جاتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: انبیاء کو سب سے زیادہ آزمایا جاتا ہے۔ پھر درجہ بدرجہ ایمان کے لحاظ سے آزمائش کی جاتی ہے۔ آدمی کو اس کے دین کے اعتبار سے آزمایا جاتا ہے۔

Ref#15 عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال ان للہ ماءۃ رحمۃ انزل منھا رحمۃ واحدۃ بین الجن والانس والبھائم والھوام فبھا یتعاطفون وبھا یتراحمون وبھا تعطف الوحش علی ولدھا واخر اللہ تسعا وتسعین رحمۃ یرحم بھا عبادہ یوم القیامۃ۔ صحیح مسلم، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ، 7150

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ کی رحمت کے سو حصے ہیں، ان میں سے ایک رحمت اللہ نے جنوں، انسانوں، جانوروں اور حشرات کے درمیان نازل کی ہے۔ جس کے ذریعے وہ ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم کرتے ہیں۔ اس رحمت سے ایک جنگلی جانور بھی اپنے بچے پر رحم کرتا ہے۔ اور ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ اپنے پاس رکھی ہیں، جن کے ذریعے وہ اپنے بندوں پر قیامت کے دن رحم کرے گا۔

Ref#16 عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ قاربوا وسددوا فانہ لیس احد منکم ینجیہ عملہ۔ قالوا ولا انت؟ یارسول اللہ قال: ولا انا۔ الا ان یتغمدنی اللہ برحمۃ منہ وفضل۔ سنن ابن ماجہ، باب التوقی علی العمل، حدیث 4201

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اعتدال اختیار کرو اور سیدھے رہو۔۔ تم میں سے کسی کو بھی اس کا عمل نجات نہیں دے گا۔ حاضرین نے کہا: اللہ کے رسول! کیا آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا: مجھے بھی نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ مجھے اپنی رحمت اور اپنے فضل میں چھپا لے۔

Ref#17 عن مسرۃ بن معبد ان رجلا اتی النبی ﷺ فقال یارسول اللہ انا کنا اہل الجاہلیۃ وعبادۃ اوثان فکنا نقتل الاولاد وکانت عندی بنت لی فلما اجابت عبادۃ الاوثان وکانت مسرورۃ بدعائی اذا دعوتھا فدعوتھا یوما فاتبعتنی فمررت حتی اتیت بئرا من اہلی غیر بعید، فاخذت بیدھا فردیت بھا فی البئر، وکان آخر عھدی بھا ان تقول یاابتاہ یاابتاہ فبکی رسول اللہ ﷺ حتی وکف دمع عینیہ۔ سنن دارمی حدیث 2

حضرت مسرہ بن معبد سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا، اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم زمانہ جاہلیت میں بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے، ہم اپنی اولاد کو قتل کیا کرتے تھے۔ میری ایک بیٹی تھی، جب میں اسے بلاتا تو وہ میرے بلانے پر بہت خوش ہوتی۔ ایک دن میں نے اسے بلایا تو وہ میرے پیچھے پیچھے آنے لگی۔ میں ایک کنویں کے پاس سے گزرا تو میں نے اپنی بیٹی کا ہاتھ پکڑا اور اسے کنویں میں پھینک دیا۔ آخری بات جو وہ کہہ رہی تھی کہ اے ابا جان، اے ابا جان! رسول اللہ ﷺ اس کی بات سن کر رونے لگے۔

Ref#18 عن عبد الله بن بريدة عن ابيه قال خرج الينا رسول الله ﷺ يوما فنادى ثلاث مرار فقال ايها الناس تدرون ما مثلي ومثلكم ؟ قالوا الله ورسوله اعلم۔ قال انما مثلي ومثلكم مثل قوم خافوا عدوا يأتيهم فبعثوا رجلا تيراء ى لهم فبينما هم كذلك ابصر العدو فاقبل لينذرهم، وخشي ان يدركه العدو قبل ينذر قومه فاهوى بثوبه ايها الناس اتيتم ايها اتيتم ثلاث مرار۔ مسند احمد 22948

حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے آپؐ نے تین بار آواز لگائی۔ اے لوگوں کیا تم جانتے ہو کہ میری اور تمہاری مثال کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میری مثال اور تمہاری مثال ایسی قوم کی مثال ہے جسے دشمن کے حملے کا خوف ہو۔ انہوں نے ایک آدمی کو بھیجا اس دوران اس نے دشمن کو دیکھا پھر وہ پلٹا تاکہ لوگوں کو خبردار کرے اور اسے یہ بھی ڈر تھا کہ دشمن اس کی قوم کو آلے گا انہیں خبردار کرنے سے پہلے ہی تو اس نے اپنا کپڑا گرایا کہ اے لوگو تم پر حملہ ہونے والا ہے، حملہ ہونے والا ہے۔

Ref#19 قال رسول الله ﷺ مثلي كمثل رجل استوقد نارا فلما اضاء ت ما حولها جعل الفراش وهذه الدواب التي يعقن في النار يقعن فيها وجعل يحجزهن ويغلبنه فيتقحمن فيها قال فذلكم مثلي ومثلكم انا آخذ بحجزكم عن النار هلم عن النار هلم النار فتغلبوني تقحمون فيها۔ مسند احمد 8117

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے آگ جلائی، پھر جب روشن ہو گیا اس کا ارد گرد تو پتنگے اور حشرات اس آگ میں گرنے لگے۔اور وہ انہیں ہٹاتا ہے لیکن وہ اس پر غالب آ جاتے ہیں اور آگ میں گر پڑتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا یہی میری اور تمہاری مثال ہے۔ میں تمہیں تمہاری پشتوں سے پکڑ کر آگ سے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن تم آگ کی طرف بڑھتے جا رہے ہو اور پھر تم مجھ پر غالب آ گئے اور اس آگ میں جا پڑے۔

Ref#20 عن سعد بن ابی وقاص قال قلت یا رسول اللہ ای النا اشد بلاء قال الانبیاء ثم الامثل فالامثل یبتلی العبد علی حسب دینہ۔سنن ابن ماجہ،باب الصبر،4023

حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سے سب سے زیادہ آزمائش میں کون مبتلا کیا جاتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: انبیاء کو سب سے زیادہ آزمایا جاتا ہے۔پھر درجہ بدرجہ ایمان کے لحاظ سے آزمائش کی جاتی ہے۔ آدمی کو اس کے دین کے اعتبار سے آزمایا جاتا ہے۔

Ref#21

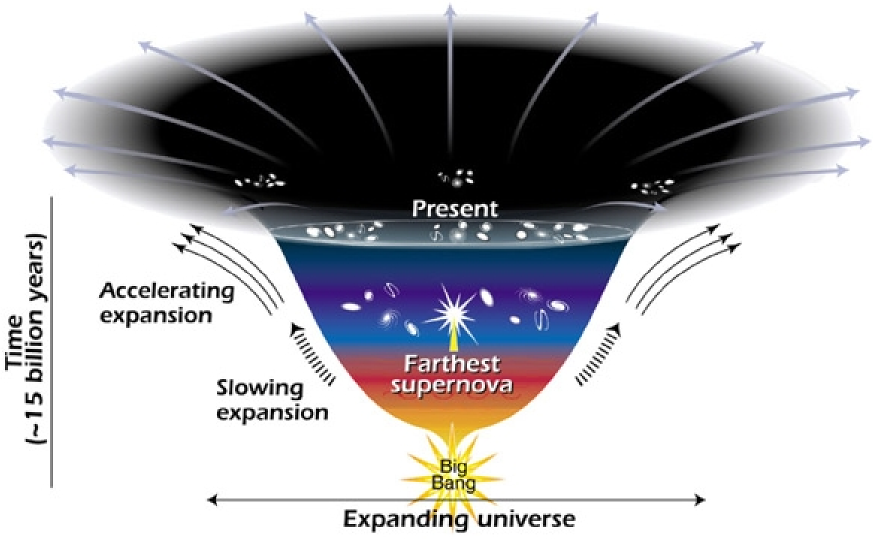

یونیورس ڈارک انرجی-1 پھیلتی ہوئی کائنات

15 بلین سال قبل کائنات کی پیدائش کے بعد سے پھیلنے کی شرح میں تبدیلیوں کو ظاہر کرتا ہے۔وتر جتنا کم ہو گا، توسیع کی شرح اتنی ہی تیز ہو گی۔ تقریباً 7.5 بلین سال پہلے یہ وکر نمایاں طور پر تبدیل ہوتا ہے، جب کائنات میں موجود اشیاء تیز رفتاری سے الگ ہونے لگیں۔ ماہرین فلکیات کا نظریہ ہے کہ تیزی سے پھیلنے کی شرح ایک پراسرار، تاریک قوت کی وجہ سے ہے جو کہکشاؤں کو الگ کر رہی ہے۔ NASA/STSci/Ann فیلڈ۔

معلوم سے زیادہ نامعلوم ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ کتنی تاریک توانائی ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ کائنات کے پھیلاؤ کو کیسے متاثر کرتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ ایک مکمل معمہ ہے۔ لیکن یہ ایک اہم راز ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ کائنات کا تقریباً 68% تاریک توانائی ہے۔ سیاہ مادہ تقریباً 27 فیصد بنتا ہے۔ زمین پر باقی سب کچھ، ہمارے تمام آلات کے ساتھ مشاہدہ کیا گیا ہر چیز، تمام نارمل مادّہ، کائنات کے 5% سے بھی کم ہے۔اس کے بارے میں سوچیں، شاید اسے عام معاملہ نہیں کہا جانا چاہیے، کیونکہ یہ اتنا چھوٹا حصہ ہے۔

ہم اس سے کہیں زیادہ یقین رکھتے ہیں کہ تاریک مادہ کیا نہیں ہے اس سے کہ یہ کیا ہے۔ سب سے پہلے، یہ اندھیرا ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ ستاروں اور سیاروں کی شکل میں نہیں ہے جو ہم دیکھتے ہیں. مشاہدے سے پتہ چلتا ہے کہ کائنات میں بہت کم دکھائی دینے والا مادہ مشاہدے کے لیے درکار 27 فیصد ہے۔ دوسرا، یہ عام مادے کے سیاہ بادلوں کی طرح نہیں ہے، مادہ بیریون نامی ذرات سے نہیں بنا ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کیونکہ ہم بیریونک بادلوں کو ان میں سے گزرنے والی تابکاری کو جذب کر کے ان کا پتہ لگانے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ تیسرا، تاریک مادہ اینٹی میٹر نہیں ہے، کیونکہ ہم ان منفرد گاما شعاعوں کو نہیں دیکھتے جو اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب اینٹی میٹر مادے کو ختم کر دیتا ہے۔ آخر میں، ہم بڑے کہکشاں کے سائز کے بلیک ہولز کو اس بنیاد پر مسترد کرتے ہیں کہ ہم کتنے گروی‌اتی لینز دیکھتے ہیں۔ مادے کا زیادہ ارتکاز روشنی کو موڑتا ہے جو ان کے قریب سے گزرتی ہے، لیکن ہم یہ تجویز کرنے کے لیے کافی لینسنگ واقعات نہیں دیکھتے ہیں کہ ایسی اشیاء ضروری 25% تاریک مادّے کی شراکت میں شامل ہوں۔